مقدمہ

مشکوٰۃ المصابیح

مصطلحات الحدیث

تالیف: حضرت علامہ شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: خواجہ محمد علی

نظر ثانی: مولانا ابو عمار عمر فاروق سعیدی حفظہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیه ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ
مشکوۃ المصابیح
مصطلحات الحدیث
www.KitaboSunnat.com
تالیف: حضرت علامہ شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ
ترجمہ: خواجہ محمد علی
نظر ثانی: مولانا ابو عمار عمر فاروق سعیدی
دار الابلاغ پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز لاہور پاکستان
فون: 0423-7361428-0300-445335

دارالابلاغ
DARULIBLAGH

حق اہل وسنت کی اشاعت کا مثالی ادارہ

مقدمہ

مشکوٰۃ المصابیح

مصطلحات الحدیث

تالیف .... حضرت علامہ شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ

نظر ثانی .... مولانا ابوعمار عمر فاروق سعیدی

ترجمہ .... خواجہ محمد علی

اشاعت اول : .... مئی 2016ء

پاکستان میں ہماری کتب مندرجہ ذیل اداروں سے مل سکتی ہیں

دارالابلاغ پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز

رحمٰن مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

0300 4453358, 042-37361428

ضروری گزارش: اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور انسانی بساط و طاقت کے مطابق ہم نے اس کتاب کی کمپوزنگ، پروف ریڈنگ خاص طور پر عبارات میں صحیح اغلاط میں پوری طرح احتیاط کی ہے۔ لیکن پھر بھی بشری تقاضے کے تحت اگر کوئی غلطی رہ گئی ہو تو از راہ کرم مطلع فرمائیں آئندہ ایڈیشن میں اس کا ازالہ کر دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ (ادارہ)

فہرست مضامین

فصل 1

ذِکرِ سَنَد

فصل 2

روایت بالمعنٰی

فصل 3

حدیث شاذ ومنکر ومُعلَّل

فصل 4

تقسیم حدیث

فصل 5

اسبابِ طعن وجرح

فصل 6

وجوہ واسبابِ طعن متعلقہ ضبط

فصل 7

حدیث غریب، حدیث عزیز

فصل 8

حدیث ضعیف

فصل 9

رتبہ صحیح بخاری

فصل 13

صحاح ستہ

حرف تمنا

طالبان دین کے لیے نایاب تحفہ

ادارہ دارالابلاغ جہاں قرآن وسنت کے چمکتے دمکتے موتیوں اور مہکتے پھولوں کی خوشبوؤں سے معطر دیدۂ زیب ”علم پارے“ پیش کر رہا ہے، وہاں طلبائے دین اور مشتاقان دین متین کے لیے بھی درسی کتب ایک نئے دیدہ زیب، جدید تقاضوں کے تحت، تحقیق وتخریج کے زیور سے آراستہ کر کے آپ کی خدمت میں پیش کرنے میں رواں دواں ہے۔ اس سے قبل دارالابلاغ کے پلیٹ فارم سے ❶ شرح نخبۃ الاحادیث ❷ شرح مائۃ عامل سوالاً جواباً ❸ نخبۃ الاحادیث ❹ امثال اصطلاحات المحدثین ❺ مسائل طہارت (سیّد سابق) ❻ مسائل نماز (سیّد سابق) ❼ نورانی قاعدہ (چہار رنگہ تجویدی بمعہ مسنون نماز + بچوں کے لیے مسنون باترجمہ و باحوالہ اذکار و دعائیں) ❽ نورانی قاعدہ (سادہ سنگل کلر) بمعہ نماز ومسنون دعائیں، جیسی کتب منظر عام پر آچکی ہیں اور اہل علم کے طبقہ نے ان کو بہت سراہا ہے۔

مندرجہ ذیل کتاب بھی مشتاقان علم کے لیے ایک نادر و نایاب تحفہ ہے جو تاریخ کے اوراق میں دفن ہو چکا تھا۔ پرانی کتب میں اس کا گاھے گاھے تذکرہ پڑھنے کو ملتا تھا لیکن بسیار تلاش کے بعد کہیں سے ملتا نہ تھا۔ اسے محترم فضیلۃ الشیخ استاذ الاساتذہ مولانا عمر فاروق سعیدی ﷾ نے ڈھونڈ نکالا اور اس پر نظر ثانی کا کام کر کے اس کو چار چاند لگا دیے۔ اس کے متعلق آپ مزید معلومات سعیدی صاحب ﷾ کے مضمون میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ تشنگان دین اس نادر و نایاب تحفہ جو اگر تاریخ کی گرد سے نکل کر آپ کے ہاتھوں میں آچکا ہے سے فائدہ اٹھائیں اپنی علمی پیاس بجھائیں اور کتاب کو منظر عام پر لانے میں معاون بننے والے سب بھائیوں کے لیے بلندئ درجات اور قبولیت عمل کی دعا کریں۔

خادم کتاب وسنت

محمد طاہر نقاش

۳۱ مارچ ۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خبر کی اہمیت

انسانی زندگی میں حرکات و تموج، اس کی ترقی و عروج اور اس کے علم و تدین کا محور ''خبر'' ہی ہے۔ خبر جس قدر اعلیٰ اور نفیس اور اس کا مخبر جس قدر زیادہ قابلِ اعتماد اور معتبر ہوگا اس معاملہ کی اہمیت اسی قدر اعلیٰ اور بالا ہوگی۔

دنیا کے تمام علوم بالخصوص دین و شریعت کی بنیاد ''خبر'' پر ہے۔ حتیٰ کہ آدم علیہ السلام کو ان کی آفرینش کے فوراً بعد اسماء حسنیٰ اور دیگر چیزوں کے ناموں سے آگاہی دی گئی اور پھر یہی چیز ان کے لیے وجہِ امتیاز بلکہ لائقِ سجود ٹھہری۔ پھر اسی طرح اس دنیائے رنگ و بو میں آنے والا ہر نیا متنفس ہم مسلمانوں میں سب سے پہلے اللہ اکبر کی خبر پاتا ہے اور عملی زندگی میں اس پر واجب ہوتا ہے کہ اس خبر اور صدائے اللہ اکبر پر لبیک کہے۔

اور ہر شخص سمجھتا ہے کہ انسانی زندگی کے جملہ معاملات کی استواری صدق و عدالت اور امانت کی مرہون منت ہے اور دینی امور کا معاملہ تو سب سے بڑھ کر ہے تو یہی حقیقت ہے ''علم اصول حدیث'' کی۔

دوسرے ادیان و مذاہب کے بالمقابل اسلام نے اپنے اصول و فروع کے بیان و اظہار کے لیے راویوں اور مبلغین، مشائخ و مدرسین، خطباء اور وعاظ سب کے لیے تدین، اخلاق اور معاملات میں حفظ و ضبط اور کردار میں اعلیٰ معیار کا ہونا شرط قرار دیا ہے۔ اور یہ کہ ان کی خبر و بیان کا مصدر بھی موثوق و معتبر ہو حتیٰ کہ حصولِ خبر کا ذریعہ اور واسطہ بھی معتمد ہو۔ اور اس کے لیے بڑی کڑی شرائط ہیں جو علم اصول حدیث میں پڑھی پڑھائی جاتی ہیں۔

زیرِ نظر رسالہ اس لحاظ سے علوم اسلامیہ حدیثیہ کے طلبہ کے لیے بالخصوص بڑا اہم ہے کہ دوسری تیسری جماعت میں جب وہ مشکوٰۃ المصابیح کا درس لینا شروع کرتے ہیں تو انھیں

یہ فن پڑھایا جاتا ہے۔ اور کہیں کہیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کا یہ رسالہ بھی زیر تدریس آتا ہے۔ تو یہ ایک علمی اور تاریخی دستاویز ہے اور اس کی اردو تعبیر طلبہ علوم اسلامیہ کے علاوہ دیگر اہل ذوق کے لیے بھی بطور علمی ضیافت کے پیش خدمت ہے۔ راقم نے اس کی عربی نص اور اردو ترجمہ کو گہری نظر سے دیکھا ہے مترجم محترم جناب خواجہ محمد علی صاحب نے ترجمہ اور اس کی عنوان بندی میں خوب محنت کی ہے۔ راقم نے کہیں کہیں عبارت میں ضروری روانی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔

اللہ تعالیٰ عالی مرتبت مصنف جناب الشیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کے درجات بلند فرمائے، جناب مترجم کی کاوش ان کے حسناتِ عالیہ میں شمار ہو اور ہم طلبہ علوم اسلامیہ و حدیث نبوی کے خوشہ چینوں کو اس سے کماحقہ استفادہ کی توفیق عطاء فرمائے۔

دارالابلاغ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ اپنے شائقین کے لیے عمدہ اور نفیس چیزیں پیش کرتا رہتا ہے۔ تقبل الله مساعی الجميع.

وصلى الله على النبي محمد وعلى واٰله وصحبه وسلم

دعاگو

ابو عمار عمر فاروق السعیدی

الرحمہ انسٹیٹیوٹ

منڈی وار برٹن

۱۲/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۷ھ

۲۳ مارچ ۲۰۱۶ م

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

از مترجم

لِلّٰهِ ❶ الْحَمْدُ حَمْدًا يَلِيْقُ بِالْاَحَدِ الْوِتْرِ الَّذِىْ هُوَ جَدِيْرٌ بِاَنْ قَالَ عَزَّ مِنْ قَائِلٍ: "يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ۔ هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔" فَعَلٰى عَيْنِ الرَّحْمَةِ وَيَنْبُوْعِ الْحِكْمَةِ وَبَنْجِ الرِّسَالَةِ وَفَخْرِ الْخِلَافَةِ الصَّلَوَاتُ وَالسَّلَامُ بِالتَّحِيَّاتِ الزَّاكِيَاتِ الْوَافِرَاتِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاَوْلِيَائِهٖ وَاُمَّتِهٖ فَاِنَّهٗ هُوَ خَيْرُ الْاٰلَاءِ وَوَسِيْلَةُ النَّعْمَاءِ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ، فَاِنَّهٗ هُوَ ضِئْضِئُ النُّطْقِ وَنُوْرُ الْعُقُوْلِ.

امابعد! جناب رسول اللہ ﷺ کی احادیث وسنت کے علمی وتحقیقی حیثیت سے مشائخ حدیث نے چار اہم شعبے قرار دیئے ہیں: (۱) حدیث کی روایت (۲) حدیث کی درایت (۳) حدیث کے درجات۔ (۴) حدیث کے ناقلین ورُواۃ کے درجات۔ چنانچہ علم حدیث کا اطلاق اس علم کے ان چار اہم شعبوں پر ہوتا ہے۔

مشائخ حدیث میں متقدمین نے ان چاروں شعبوں میں کوئی بیّن فرق ذکر نہیں کیا، لیکن متاخرین نے ان میں باہمی ایسا فرق وامتیاز بیان کیا ہے جس سے علم حدیث کا ہر شعبہ

---

❶ عربی خطبہ اس تقریظ کا ہے جو میرے والد ماجد مولانا خواجہ خورشید حسن شاہ صاحب دامت برکاتہم نے اس اردو شرح پر لکھی ہے۔ میں اس عربی خطبہ کو تبرکاً اس دیباچہ کا خطبہ بنانے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ فللہ الحمد والمنۃ

ایک دوسرے سے جدا اور ممتاز ہو گیا ہے۔

حدیث کی روایت کو ''علم روایتِ حدیث'' اور حدیث کی درایت کو ''علم اصول حدیث'' کہتے ہیں۔علم روایت حدیث کے ہر طالب وشائق کو اس کی درایت کے اصول معلوم کرنا از بس ضروری ہیں۔اس لیے مشکوٰۃ شریف پڑھنے والوں کو شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کا ''مقدمہ علم حدیث'' سبقاً سبقاً پڑھایا جاتا ہے۔

حضرت مؤلف رحمہ اللہ نے اصول حدیث کو تیرہ فصلوں میں مشکوٰۃ شریف کی عربی شرح (لمعات) پر بطور دیباچہ کے لکھا ہے۔ چنانچہ اپنی تالیفات کی فہرست میں اپنی عربی شرح کا ذکر کرتے ہوئے اس کی بابت لکھتے ہیں:

وَأَحْوَالُهُ وَكَيفِيَّاتُهُ (أَيِ الْحَدِيْثِ) مَذْكُوْرَةٌ فِيْ دِيْبَاجَه ، طلبہ واہل علم میں یہ دیباچہ مقدمہ مشکوٰۃ کے نام سے مشہور ہے۔ ہم اسی بابرکت نام سے اس کا اردو میں ترجمہ پیش کرتے ہیں۔ اس مقدمہ میں حدیث وسنت کو بطریق درایت حاصل کرنے کے اصول بیان کیے گئے ہیں۔

موجودہ دور میں اردو زبان دنیا کی اور علمی زبانوں کے ہم پایہ مانی جانے لگی ہے۔ اس بنا پر یہ ترجمہ اردو زبان کی ایک مفید علمی خدمت ہے اور اردو دان طبقہ کے لیے بے حد نافع ہے۔ جہاں اس سے عربی طلبہ کی ان مشکلات کا کافی حد تک حل ہو سکے گا جو ان کو تحصیلِ حدیث کے زمانہ میں پیش آتی ہیں۔ وہاں اس انگریزی تعلیم یافتہ طبقے کو جو اسلامی شعور سے بہرہ ور اور اپنے اسلامی علوم وقدیم روایات کا دلدادہ ہے، احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے پڑھنے اور مطالعہ کرنے کے لیے درایت وبصیرت کا ایک اصولی معیار مل جائے گا۔ جس سے ان کے دلوں میں روایات واحادیث کی عظمت ووقعت زیادہ مستحکم ہو کر اذعان ویقین کا باعث اور ایمان پر استقامت کا موجب بنے گی۔

اس ''مقدمہ علم الحدیث'' میں فن حدیث کے متعلق ایسی بنیادی اور ابتدائی معلومات فراہم کی گئی ہیں اور علم حدیث کے وہ اصول وقواعد بیان کیے گئے ہیں جن کا جاننا حدیث

شریف کا شغل رکھنے والے ہر مبتدی و منتہی کے لیے ضروری ہے۔

کیونکہ اول تو دنیا کا کوئی علم وفن بلکہ کوئی صنعت وہنر اس کے اصول وقواعد معلوم کیے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ اور طالبین علوم عربیہ جانتے ہیں کہ علم قرآن وحدیث جو عربی کے علوم لسانیہ وفنونِ عقلیہ سیکھنے کا مقصد اولین ہے بدون اصول تفسیر واصول حدیث معلوم کیے صحیح طور پر آ ہی نہیں سکتا اور قرآن وحدیث کے حقیقی مطالب اور واقعی مراد پر کوئی طالب و محصّل اس وقت تک کما حقہ اطلاع نہیں پا سکتا جب تک ان کے قواعد واصول اور مبادی وقوانین سے واقف نہ ہو جائے۔

فقه في الدين کا تمام تر دارومدار قرآن فہمی اور حدیث دانی پر ہے۔ اور ان دونوں میں مہارت اور کمال ان کے اصول جاننے پر موقوف ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے "عجالہ نافعہ" میں حضرت امام محمد باقر رحمہ اللہ کا مقولہ نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

مِنْ فِقْهِ الرَّجُلِ بَصِيْرَتُهُ بِالْحَدِيْثِ اَوْ قَالَ فِطْنَتُهُ بِالْحَدِيْثِ .

"انسان کے فقیہ ہونے یعنی دین ودنیا کے معاملات میں فہیم اور سمجھدار ہونے کی علامت یہ ہے کہ حدیث پر گہری نگاہ رکھے اور دانائی کے ساتھ اس کو سمجھے۔"[1]

کتاب اللہ اور اس کے بعد سنت واحادیث رسول ﷺ، یہی دو چیزیں شریعتِ اسلامی کی اصل و بنیاد ہیں۔

احادیث اور سیرتِ نبویہ قرآن حکیم کی شرح وتفسیر ہیں:

انسان کی جسمانی وروحانی اصلاح اور معاش ومعاد کی فلاح کے لیے خالقِ قدوس نے اپنا ازلی کلام اور نورانی علم قرآن مجید اپنے آخری پیغمبر ہادی عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل فرمایا، اور اس نبی اُمی صاحبِ علم الاوّلین والآخرین ﷺ نے اپنی سیرت واخلاق اور

[1] قواعد التحديث ، للعلامة جلال الدين القاسمي الدمشقي۔ الحطه في ذكر الصحاح الستة۔ للنواب صدیق حسن خان (سعیدی)

اپنے افعال واقوال واحوال سے اس علم ربانی اور کلام الٰہی کی صحیح، سچی اور جیتی جاگتی عملی تصویر ہمارے سامنے پیش فرمائی تاکہ کتاب اللہ اور احکام الٰہی پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔

گویا قرآن حکیم کو دین وشریعت کے لیے متن اور اساس وبنیاد کا درجہ ملا اور حضور انور ﷺ کی سیرت طیبہ یعنی آپ کے زبان مبارک سے فرمائے ہوئے ارشادات واقوال اور اعضائے شریفہ سے کیے ہوئے افعال واعمال اور آپ کی عادات واطوار اور احوال و حالات، جن کے مجموعہ کو سنت یا احادیث وروایات اور اخبار وآثار کہا جاتا ہے، اس متن کے لیے شرح وبیان اور اس بنیاد واساس کے لیے عمارت اور اس کے تعمیری گوشے اور حصے قرار پائے۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ اور آپ کے اخلاق وآداب اور اقوال وافعال واحوال سے کلام ربانی کی تفسیر وتشریح نہ کی جائے اور علم الٰہی کو آپ کے عمل پر منطبق نہ کیا جائے تو ہم کلام الٰہی پر اس کے متکلم کی مراد کے مطابق اطلاع نہیں پا سکتے۔ اور قرآن پاک کے اوامر ونواہی اور احکام شرعیہ پر احکم الحاکمین کے منشا کے موافق عمل پیرا نہیں ہو سکتے۔

فَهُوَ الْمُفَسِّرُ لِلْكِتَابِ وَإِنَّمَا
نَطَقَ النَّبِيُّ لَنَا بِهِ عَنْ رَبِّهِ

کلام الٰہی کے ضبط وتحفظ اور نقل وروایت کو جو تواتر اور شہرت کا درجہ حاصل ہے، وہ دنیا کی کسی الہامی اور غیر الہامی کتاب کو کبھی نصیب نہیں ہوا۔ مسلمانوں نے جس طرح قرآن شریف کی حفاظت کی، اس کو اپنے دماغوں اور سینوں میں محفوظ کیا، اس کی نظیر تاریخ عالم کسی کتاب کے متعلق بھی نہ پیش کر سکی ہے اور نہ پیش کر سکے گی۔

یہی حال کلام رسول ﷺ اور حدیث وسنت کا ہے۔ آغاز ہی سے مسلمانوں نے اپنے پیغمبر ﷺ کی احادیث وسنن اور اخلاق وآداب کے جمع وتدوین، صیانت وحفاظت اور نقل وروایت کے لیے جو سعی کی اسی کا نتیجہ ہے کہ آج دنیا کی کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح کتابیں احادیث رسول اللہ ﷺ کے صحیفے ہیں۔ اور انسانی کلام میں اصح ترین کلام جو

ساڑھے چودہ سو برس گزرنے کے بعد بھی بعینہٖ موجود ہے، جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت واحادیث ہیں۔

جمع وتدوین حدیث:

حدیث کی جمع وتدوین کا سلسلہ پہلی صدی ہجری ہی سے شروع ہو چکا تھا۔ بعد کی صدیوں میں حدیث کی چھوٹی بڑی مختصر ومطول کتابیں مدوّن ومرتب ہوئیں۔ امام مالک، امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابوداؤد، امام ابن ماجہ، امام طحاوی، امام بغوی رحمہم اللہ اور دیگر مشاہیر ائمہ نے احادیث کے مجموعے مرتب کیے جو دنیائے اسلام میں رائج وشائع اور مشہور ومقبول ہوئے اور امت کے لیے لائق استدلال وقابل عمل قرار پائے۔

حتیٰ کہ ۷۳۷ ہجری میں ''خطیب تبریزی رحمہ اللہ'' نے اپنے استاد وشیخ ''شرف الدین طیبی رحمہ اللہ'' کے مشورہ اور اعانت سے ''محی السنۃ بغوی رحمہ اللہ'' کی مرتب کردہ کتاب حدیث ''مصابیح السنہ'' کو مختصر کیا، اس میں چند اہم تبدیلیاں کیں اور حذف واضافہ کے بعض تغیرات سے ''مشکوٰۃ المصابیح'' کو تیار کیا۔ شیخ نے اپنے شاگرد کے مرتب کردہ اس مجموعہ احادیث پر شرح لکھی۔ اس اعتبار سے غالباً یہ پہلی کتاب ہے جس کا شاگرد نے متن تیار کیا اور استاد نے شرح لکھی۔

مصابیح السنۃ، مشکوٰۃ المصابیح کی اصل ہے۔ جیسا کہ خود مؤلف مشکوٰۃ نے بھی تفصیل کے ساتھ خطبۂ کتاب میں اس کی تصریح کی ہے۔ (حَيْثُ قَالَ) وَسَرَدْتُّ الْكُتُبَ وَالْأَبْوَابَ كَمَا سَرَدَهَا وَاقْتَفَيْتُ اَثَرَهٗ فِيْهَا ......

تذکرہ مؤلفِ ''مصابیح السنّہ'':

صاحب مصابیح کا نام حسین بن مسعود بن الفراء البغوی ہے اور ابو محمد کنیت ہے۔ نام اور کنیت سے زیادہ محی السنۃ کے لقب سے مشہور ہیں۔ علماء نے آپ کو (رکن الدین) کا بھی خطاب دیا ہے۔ ''محی السنہ'' کے لقب سے مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ نے حدیث کی ایک کتاب ''شرح السنہ'' کے نام سے مرتب کی تو نبی کریم ﷺ کی

زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو زندہ رکھے جیسا تم نے میری سنت کو زندہ کیا۔ اسی دن سے آپ کا یہ لقب مشہور ہوگیا بلکہ بمنزلہ علَم کے ہوگیا۔ "فـرّاء" آپ کے والد مسعود کا لقب ہے۔ جس کے معنی ہیں پوستین دوز [1]۔ لیکن یہ وہ فـرّاء نہیں جو مشہور نحوی ہیں۔ اور "بغوی" "بغ" یا "بغشور" کی طرف نسبت ہے۔ یہ ایک بستی کا نام ہے جہاں کے آپ رہنے والے تھے۔ یہ بستی خراسان میں مرو اور ہرات کے درمیان واقع ہے۔ آپ مذہبا شافعی تھے اور اپنے زمانہ کے جلیل القدر عالم دین، فن قراءت کے ماہر، مفسر، محدث، فقیہ اور عابد وزاہد سادہ مزاج بے تکلف بزرگ تھے۔ آپ نے قاضی حسین المروی رحمہ اللہ سے فقہ اور صیرفی رحمہ اللہ وغیرہ کبار محدثین سے حدیث حاصل کی۔ آپ سے ابو موسیٰ مدینی اور شیخ ابو النجیب سہروردی رحمہما اللہ وغیرہما نے علم حاصل کیا۔ آپ کی تصانیف بہت بلند پایہ ہیں۔ تفسیر میں "معالم التنزیل" اور حدیث میں "شرح السنة" اور "جمع بین الصحیحین" اور "مصابیح السنہ" جس کا اختصار خطیب تبریزی نے مشکوٰۃ المصابیح کے نام سے کیا اور فقہ میں "تہذیب" آپ کی مشہور کتابیں ہیں۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ بغوی رحمہ اللہ کا قول غلط نہیں ہوتا تھا۔ آپ کا زہد اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ عرصہ دراز تک بغیر سالن کے سوکھی روٹی پر بسر کرتے رہے۔ جب شاگردوں نے بہت کہا سنا کہ سوکھی روٹی سے حد درجہ کمزوری ہو جائے گی تب سے روغن زیت کے ساتھ کھانے لگے۔ تمام عمر محتاجی [2] میں گزاری اور ۵۱۶ ہجری میں وفات پائی۔

"بغوی رحمہ اللہ" کی "مصابیح السنہ" کو مختصر کرنے اور ایک خاص نہج پر مرتب کرنے کی "امام شرف الدین طیبی" نے اپنے شاگرد جلیل "ولی الدین خطیب تبریزی" کو ہدایت کی اور اس کا نام "مشکوٰۃ المصابیح" تجویز کیا اور پھر اس کی شرح لکھی۔ چنانچہ خطیب تبریزی نے اپنے استاد کے معین کردہ اسلوب پر "مصابیح" سے "مشکوٰۃ" کو تالیف کیا۔

---

1. یا پوستین فروش (یعنی: بال دار کھال کا لباس۔ کھال کا کوٹ۔ چمڑے کا کرتہ)
2. یعنی فقر واستغناء۔

"الدرر الکامنہ"❶ میں ہے: "وَاَمَرَ بَعْضَ تَلامِذَتِهٖ بِاِخْتِصَارِ الْمَصَابِيْحِ عَلٰى طَرِيْقَةٍ نَهَجَهَا لَهٗ وَسَمَّاهُ الْمِشْكٰوةَ وَشَرَحَهَا هُوَ شَرْحًا حَافِلًا ."

اس سے معلوم ہوا کہ "خطیب تبریزی رحمہ اللہ علامہ طیبی رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔

خود مؤلف نے مشکوٰۃ کے اسمائے رجال پر "اکمال فی اسماء الرجال" کے نام سے جو کتاب لکھی ہے، اس میں اسی بات کا ذکر کیا ہے کہ میں نے یہ کتاب اپنے استاد علامہ طیبی رحمہ اللہ کے مشورے اور اعانت سے تالیف کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

وَاَنَا اَضْعَفُ الْعِبَادِ الرَّاجِيْ عَفْوَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَغُفْرَانَهٗ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِاللّٰهِ الْخَطِيْبِ بْنِ مُحَمَّدٍ بِمُعَاوَنَةِ شَيْخِيْ وَمَوْلَائِيْ سُلْطَانِ الْمُفَسِّرِيْنَ وَاِمَامِ الْمُحَقِّقِيْنَ شَرَفِ الْمِلَّةِ وَالدِّيْنِ حُجَّةِ اللّٰهِ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ الطِّيْبِيْ .

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے بھی مشکوٰۃ کی شرح میں، جس کا نام الکاشف عن حقائق السنن ہے اور اہل علم میں شرح طیبی کے نام سے مشہور ہے، لکھا ہے کہ میں نے اپنے دینی بھائی خطیب تبریزی رحمہ اللہ سے احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ کا ایک مجموعہ مرتب کرنے کے بارے میں مشورہ کیا تو ہم دونوں کی رائے اس بات پر متفق ہوئی کہ امام بغوی رحمہ اللہ کی "مصابیح" کا تکملہ لکھا جائے اور اس کی ترتیب کو بدل کر نئے سرے سے ایک مجموعہ مرتب کیا جائے۔ چنانچہ تبریزی رحمہ اللہ نے اپنی کوشش صرف کر کے اس کی تالیف سے فراغت پائی اور میں نے اس کی شرح لکھنا شروع کی:

حیث قال: کنت قبل قد استشرت الأخ فی الدین المساهم فی الیقین بقیة الاکباد وقطب الصلحاء وشرف الزهاد والعباد وليّ الدین بن محمد بن عبدالله الخطیب دامت برکته بجمع اصل من الاحادیث المصطفویه علی صاحبها افضل التحیة والسلام فاتفق رأینا علی

❶ جلد ثانی ص ۶۹ مطبوعہ حیدر آباد۔

تکملة المصابيح وتهذيبه (الى ان قال) ثم انه بذل وسعه فلما فرغ عن اتمامه شمّرت ساق الجد فی شرح معضله . الخ

ان مذکورہ حوالہ جات سے صرف اس قدر معلوم ہوا کہ خطیب تبریزی رحمہ اللہ (مؤلف مشکوٰۃ) علامہ طیبی (شارح مشکوٰۃ) کے شاگرد ہیں اور مشکوٰۃ شریف دونوں کے باہمی مشورہ سے تبریزی رحمہ اللہ نے تالیف کی اور طیبی نے اس پر شرح لکھی۔

مؤلفِ "مشکوٰۃ المصابیح"

مؤلف مشکوٰۃ کا نام "محمد بن عبداللہ بن محمد العمری الخطیب التبریزی" یا محمد بن عبیداللہ بن محمد ہے۔ ابو محمد کنیت، خطیب لقب اور ولی الدین خطاب۔ فاروقی نسب ہے اور تبریز کے رہنے والے ہیں۔

مولانا قطب الدین خاں صاحب محدث دہلوی نے "مظاہر حق" میں، جو کہ مشکوٰۃ کا اردو ترجمہ ہے، لکھا ہے کہ شروح میں مشکوٰۃ کا اختتام (باب ثواب هذه الامة۔ حدیث بهز بن حکیم) پر ہے۔ لیکن بعض نسخوں میں یہ عبارت بھی صاحب مشکوٰۃ سے منقول ہے:

ثم قال مؤلف الكتاب شكر الله سعيه واتمّ عليه نعمته قد وقع الفراغ من جمع الاحاديث النبوية (على صاحبها الصلوٰة والسلام) اخر يوم الجمعة من رمضان عند روية الهلال لشوال سنة سبع وثلاثين وسبعمائة بحمد الله وحسن توفيقه .

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشکوٰۃ کے جمع و تالیف کا کام "۷۳۷ ہجری" میں جمعہ کے دن شوال کی چاند رات کو انجام کو پہنچا۔ گویا اصل کتاب کی تالیف سے دو سو اکیس برس بعد (اگر سال وفات مصنف ۵۱۶ ہجری کو سال تصنیف قرار دیا جائے) مشکوٰۃ تالیف ہوئی۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اپنی شرح مشکوٰۃ (مرقات ص ۱۰ جلد اول) میں لکھا ہے کہ "مصابیح" میں چار ہزار چار سو چونتیس (۴۴۳۴) حدیثیں تھیں۔ مؤلف مشکوٰۃ نے پندرہ سو

گیارہ (۱۵۱۱) حدیثیں اور زیادہ کیں تو مشکوٰۃ میں کل حدیثیں پانچ ہزار نو سو پینتالیس (۵۹۴۵) ہوئیں۔ یعنی پچپن کم چھ ہزار احادیث۔

صاحب مشکوٰۃ نے مشکوٰۃ کے رجال ورواۃ کے ذکر میں بھی ایک تالیف کی ہے۔ الاکمال فی اسماء الرجال اس کا نام ہے اور اس کی تصنیف سے بیس رجب ۷۴۰ ہجری کو جمعہ کے دن فراغت پائی۔ اور اس کو بھی مشکوٰۃ کی طرح اپنے استاد وشیخ کی خدمت میں پیش کر کے تحسین وقبول کی سند حاصل کی۔

چنانچہ اکمال کے آخر میں لکھتے ہیں:

قَالَ الْمُؤَلِّفُ رحمہ اللہ وَقَعَ ذِكْرُهُ فِي آخِرِ الْكِتَابِ كَمَا وَقَعَ اِسْمُهُ فِي اٰخِرِ الْحُرُوْفِ (اِلٰى اَنْ قَالَ) وَفَرَغْتُ هٰذِهِ تَصْنِيْفًا يَوْمَ الْجُمُعَةِ عِشْرِيْنَ رَجَبَ الْحَرَامِ الْفَرْدِ سَنَةَ اَرْبَعِيْنَ وَ سَبْعِمِائَةٍ مِنْ جَمْعِهٖ وَتَهْذِيْبِهٖ وَتَشْذِيْبِهٖ (حَتّٰى قَالَ) ثُمَّ عَرَضْتُهُ عَلَيْهِ كَمَا عَرَضْتُ الْمِشْكٰوةَ فَاسْتَحْسَنَهُ كَمَا اسْتَحْسَنَهَا وَاسْتَجَادَهَا الخ (وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ)

صاحب مشکوٰۃ آٹھویں صدی ہجری کے ممتاز علمائے اسلام اور اکابر دین میں ہوئے ہیں۔ آپ کے اس سے زیادہ حالات اور مکمل سوانح حیات اس وقت تک مجھے کسی کتاب سے معلوم نہیں ہو سکے۔ لہٰذا اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

صاحب مشکوٰۃ کے استاد اور مشکوٰۃ کی جمع وتالیف کے اصلی محرک اور اس کے سب سے پہلے شارح علامہ طیبی رحمہ اللہ کا نام ''حسین بن محمد بن عبداللہ الطیبی'' ہے۔ ''اکمال'' میں آپ کی ولدیت محمد بن عبداللہ کے بجائے عبداللہ بن محمد ذکر کی گئی ہے۔ علامہ طیبی شافعی مذہب تھے اور اپنے زمانے کے جلیل المرتبت عالم دین حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان کو ''امام'' لکھا ہے۔ نہایت سخی، متواضع، خلیق اور بامروت متقی بزرگ تھے۔ اپنے والد سے بہت سا مال و اسباب ترکہ میں پایا لیکن سب کو اللہ کی راہ میں صرف کر دیا۔ اور آخر عمر میں بالکل فقیر [1]

[1] یعنی مال وجاہ سے ہر لحاظ سے بے پروا اور مستغنی۔

ہوگئے۔ آپ کے زمانہ میں اہل بدعت اور فلاسفہ کا بہت زور اور غلبہ تھا لیکن آپ کھلم کھلا ان کی مخالفت کرتے اور ہمیشہ ان کی تردید کے درپے رہتے تھے۔

صاحب مشکوۃ اور علامہ طیبی کا آپس میں استادی شاگردی کے علاوہ نہایت گہری محبت کا تعلق تھا اور ایک دوسرے کی بے حد تعظیم و تکریم کرتے تھے۔

علامہ طیبیؒ کی تالیفات:

علامہ طیبی رحمہ اللہ کی اس شرح کے علاوہ اور تصنیفات بھی ہیں۔ علم تفسیر میں ایک "شرح کشاف" ہے۔ جس میں صاحب کشاف (معتزلی) کی اہل سنت کی طرف سے تردید کی ہے اور اصول حدیث میں بھی ایک رسالہ ہے جس کا نام "خلاصہ فی اصول الحدیث" ہے اور معانی و بیان میں بھی ایک تصنیف ہے۔ "تبیان فی علم المعانی والبیان" اور اس کی شرح بھی لکھی ہے۔ آخر عمر میں طیبی رحمہ اللہ نے ایک بڑی تفسیر لکھنا شروع کی۔ لکھ لیتے اور پھر ایک بڑے مجمع میں اس کو پڑھ کر سنا دیتے۔ صبح سے ظہر تک ایک اجتماع عظیم کے سامنے اپنی تالیف کردہ تفسیر کا درس دیتے اور عصر کے وقت سے صحیح بخاری سناتے۔ جس دن ان کی تفسیر ختم ہوئی تو بخاری کے درس کے لیے مسجد میں گئے اور عصر کی سنتیں پڑھ کر جماعت کے انتظار میں قبلہ رو بیٹھ گئے۔ اسی حالت میں ان کی وفات ہوگئی۔ پیر کا دن تھا۔ شعبان کی تیرہ تاریخ ۷۴۳ھ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَعَلٰى تِلْمِيْذِهٖ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ.

مشکوۃ المصابیح کی شہرت:

دنیا میں سب سے بڑی عزت جو کسی کتاب کی ہوسکتی ہے وہ اس کی مقبولیت اور شہرت ہے۔ چنانچہ مشکوۃ شریف کو یہ بات حاصل ہوئی اور حق تعالیٰ شانہ نے اپنے حبیب ﷺ کی احادیث و روایات کے اس مجموعہ طیبہ میں فیض رسانی کی اتنی برکت عطا فرمائی اور اس کو ایسی دائمی اور عالمگیر شہرت و مقبولیت کی عزت بخشی کہ زمانہ تالیف ۷۳۷ھ سے اب تک تمام اسلامی ممالک کے دینی و قومی مدارس اور ذاتی تعلیم گاہوں میں اس کا درس برابر جاری ہے۔ اور رہتی دنیا تک اس کو یہ عز و قبول حاصل رہے گا۔

مؤلف مشکوٰۃ کے شاگرد رشید علامۂ عصر امام الدین ساوجی صدیقی کی روایت سے مشکوٰۃ شریف رائج ومشہور ہوئی۔

ہندوستان میں اسلام کی ابتدائی صدیوں میں جب کہ علوم وفنون عقلیہ منطق وفلسفہ وعلم کلام کا زور اور چرچا تھا، حدیث میں صرف یہی ایک کتاب داخل درس تھی۔ اسی کو پڑھ کر محدث بن جاتے تھے۔ اگر چہ اس کا درس بھی بطور تبرک کے تھا۔ لیکن جب سے حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری (جو دنیائے اسلام میں اکثر کتب صحاح کے اولین طابع وناشر اور مصحح محشی ہیں اور ہمارے دیار میں محشی بخاری کے لقب سے مشہور ہیں) اور پھر ان کے بعد ان کے دو جلیل الشان اور رفیع المنزلت تلامذہ (حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے ذریعہ احادیث نبوی (علی صاحبها الصلوٰۃ والسلام) کی دس بارہ کتابیں بطریق دورہ ایک سال میں پڑھائے جانے کا دستور جاری ہوا۔ ہندوستان اور بیرون ہندوستان کے دینی مدارس اور مذہبی تعلیم گاہوں میں درس حدیث کے سلسلہ میں سب سے پہلے مشکوٰۃ شریف پڑھائی جانے لگی اور دورۂ حدیث میں شریک ہونے کے لیے مشکوٰۃ کا پڑھنا لازم قرار پایا۔ اور مشکوٰۃ سے پہلے یا اس کے ساتھ ساتھ حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کا "مقدمہ فی مصطلحات علم الحدیث" جو فن حدیث کے اصول واصطلاحات پر مختصر مقدمہ ہے۔ داخل درس اور جزء نصاب بنایا گیا۔

استاد الکل ملحق الاصاغر بالاکابر حضرت محدث سہارنپوری رحمہ اللہ نے جب سب سے پہلے اپنے تحشیہ وتصحیح کے ساتھ مشکوٰۃ شریف شائع کی تو محدث دہلوی رحمہ اللہ کے اس مقدمہ کو بھی شائع کیا۔ لیکن اب تک اس کی کوئی ایسی خدمت نہیں ہوئی جو اس کے لائق اور مناسب ہوتی جیسی کہ درس نظامی کی اور کتابوں کی ہو چکی ہے۔ اس کی کوئی شرح اور فارسی اردو وغیرہ میں کوئی ترجمہ بھی نہیں ہوا۔ حالانکہ یہ ایک درسی کتاب قرار دی گئی ہے اور "نخبۃ الفکر" سے پہلے پڑھائی جاتی ہے۔ نخبۃ الفکر اصول حدیث کی صرف ایک ہی داخل درس کتاب ہے۔ اس کے

شروح وحواشی، تعلیقات وتراجم اور خلاصے سب کچھ لکھے گئے جس میں حضرت محدث سہارنپوری کے جلیل المرتبت شاگرد مفتی عبداللہ صاحب ٹونکی رحمہ اللہ کا حاشیہ "عقد الدرر" نہایت نافع ہے۔ لیکن محدث دہلوی کے اس مقدمہ کی کوئی قابل ذکر اور طلبہ واہل علم کے کار آمد شرح یا ترجمہ وغیرہ تحقیق وتفحص کے باوجود بھی ہمیں معلوم نہ ہوسکا اور گو اس کی عربی سہل ہے مگر فن اصول اور اصطلاح حدیث کی کتاب ہونے کی بنا پر علم روایت وحدیث کے اصولی مباحث ومسائل پر مشتمل ہے۔ اس لیے ضروری تھا کہ علم حدیث کے طلبہ وشائقین کے لیے اس کو زیادہ سے زیادہ سہل بنایا جائے تاکہ روایت کو بطریق درایت حاصل کرنے میں آسانی ہو اور طلبائے حدیث کو حدیث دانی اور فہم مطالب حدیث میں مدد دے۔ یہ اردو ترجمہ اس مقصد کو ملحوظ رکھ کر کیا گیا ہے کہ اردو زبان چونکہ ہندوستان ❶ کے ہر صوبہ میں بولی سمجھی اور لکھی پڑھی جاتی ہے اس لیے علم حدیث کے اصول وقواعد کو بھی اپنی مادری زبان میں خوب سمجھ کر پڑھیں تاکہ یاد کرنے میں آسانی ہو اور حدیث کی تعریف اور اس کی اقسام وتقسیم اور اس کے مدارج ومراتب اور متعلقہ مباحث ومسائل پر بسہولت عبور حاصل کر کے اپنے روح وتن کو مشکوٰۃ نبوت کے انوار وتجلیات سے روشن اور منور کرسکیں۔

مشکوٰۃ شریف احادیث نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی ایسی بابرکت وپر عظمت مستند ومقبول کتاب ہے کہ جلیل القدر علمائے اسلام اور مشائخ حدیث نے ہمیشہ اس سے بہت کافی شغف رکھا ہے اور ایسا ہونا بھی ضرور تھا، کیونکہ قرآن شریف کے بعد دین کی تفصیل اور تمام بنیاد احادیث وروایات ہی پر ہے۔ کتاب اللہ کی تفسیر، اس کے اجمال کی تفصیل، اس کے ایجاز اور مشکل مقامات کا بسط وبیان، عقائد کی توضیح، اعمال کی تشریح اور تمام افعال شرعیہ کی تعیین کامل طور پر سنت وحدیث ہی کے ذریعے سے بیان کی گئی ہے۔ عربی فارسی اردو میں مشکوٰۃ کی شرحیں، حواشی، تعلیقات، اسمائے رجال، تراجم وغیرہ لکھے گئے اور جیسا کہ سابق میں ذکر کیا گیا اس کی سب سے پہلی شرح علامہ طیبی رحمہ اللہ نے لکھی۔ جن کی

❶ اور اب پاکستان میں بھی۔

وفات ۱۰۴۳ ہجری میں ہوئی۔ گویا متن کی تالیف سے چھ برس کے اندر اندر شرح تیار ہوئی۔ یہ شرح ابھی تک طبع نہیں ہوئی۔ ❶ البتہ احادیث کے مطبوعہ شروح وحواشی اور تعلیقات وتراجم وغیرہ میں اس کے حوالے ملتے ہیں اور اس کی عبارتیں نقل کی گئی ہیں۔ لیکن یہ اصل شرح بھی تمام وکمال موجود ہے اور ہندوستان کے بعض کتب خانوں میں اس کے قلمی نسخے محفوظ ہیں۔ اس کے شائع ہونے سے ایک مستند ذخیرہ منقولات ضائع ہونے سے بچ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کسی اہل ہمت مسلمان کو یا کسی قومی ادارے کو اس کی اشاعت کی توفیق بخشیں۔

مشکوٰۃ شریف ہی کی ایک بڑی معقول ومقبول خدمت یہ بھی شمار کی جانی چاہیے کہ اس کی احادیث و روایات کے متعلقہ مباحث ومسائل پر فی الجملہ بصیرت پیدا کرنے کے لیے اس پر فنی حیثیت سے اصول کا ایک مقدمہ سلسلہ درس وتعلیم میں داخل کیا گیا اور گو یہ مقدمہ مؤلف کی کوئی مستقل تصنیف نہیں بلکہ ان کی شرح مشکوٰۃ کا دیباچہ ہے۔ لیکن علم حدیث وفن روایت کی ایک اصولی اور مستقل کتاب کا حکم رکھتا ہے۔

تذکرہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ:

اس کے مؤلف محدث الہند حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ گیارھویں صدی ہجری کے مشاہیر علمائے محدثین میں سے ہیں اور ہندوستان میں علم حدیث کے شائع کرنے اور رواج دینے والوں میں سب سے پہلے بزرگ ہیں۔ ان کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ اور ان کا خاندان، تلامذہ اور اسی سلسلہ کے دیگر منتسبین اہل علم، دیار ہند میں علم حدیث وکلام رسول اللہ ﷺ کے ناشر ومروج اور معلم ومبلغ ہیں۔

حضرت شیخ کی عربی وفارسی میں بکثرت تصنیفات ہیں اور ہر کتاب اپنے موضوع ومضامین کے اعتبار سے بہت بلند پایہ اور بابرکت ونفع رساں ہے۔ آپ نے اپنی تالیفات کی ایک فہرست بھی مرتب کی ہے جس کا نام "تالیف قلب الالیف بکتابة فهرس التوالیف" ہے۔ فارسی میں سولہ صفحہ کا رسالہ ہے۔ ۱۳۰۹ ہجری میں مطبع مجتبائی دہلی میں

❶ مگر اب یہ بحمد اللہ مطبوع ہے۔

چھپا ہے۔ اس میں آپ نے اپنی ہر تصنیف کا نام اور مختصر حال و کیفیت لکھی ہے۔ آپ نے مشکوٰۃ شریف کی چار خدمتیں انجام دی ہیں۔ فہرست کے صفحہ ۱۱ پر مشکوٰۃ کے بارے میں اپنی خدمات کا ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں:

"فَمِنْهَا: لَمْعَاتُ التَّنْقِيحِ فِي شَرْحِ مِشْكَاةِ الْمَصَابِيْحِ" وَهُوَ اَجَلُّ وَاَعْظَمُ وَاَطْوَلُ وَاَكْبَرُ هٰذِهِ التَّصْنِيْفَاتِ وَقَدْ جَاءَ بِتَوْفِيْقِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَتَائِيْدِهٖ كِتَابًا حَافِلًا شَامِلًا مُفِيْدًا نَافِعًا فِيْ شَرْحِ الْاَحَادِيْثِ النَّبَوِيَّةِ (عَلٰى مَصْدِرِهَا الصَّلٰوةُ وَالتَّحِيَّةُ) مُشْتَمِلَةً عَلٰى تَحْقِيْقَاتٍ مُفِيْدَةٍ وَفَوَائِدِ شَرِيْفَةٍ وُنِكَاتٍ لَطِيْفَةٍ وَاَحْوَالُهٗ وَكَيْفِيَّاتُهٗ مَكْتُوْبَةٌ فِي دِيْبَاجَةٍ، قَرِيْبَةٌ مِنْ ثَمَانِيْنَ اَلْف بَيت .

یہ شرح ابھی تک طبع نہیں ہوئی۔ [1] مظاہر علوم سہارنپور کے کتب خانہ میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔ "واحواله وكيفياته مكتوبة في ديباجة" سے حضرت شیخ کی مراد یہی مقدمہ مشکوٰۃ ہے جس کو حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ نے مشکوٰۃ کے ساتھ لاحق کر کے شائع کیا اور جس کا آئندہ صفحات پر آپ اردو ترجمہ ملاحظہ کریں گے۔

"وَمِنْهَا: اَسْمَاءُ الرِّجَالِ وَالرُّوَاةُ الْمَذْكُوْرِيْنَ فِي كِتَابِ الْمِشْكَاةِ" اثنا عشر الف بيت وكسر .

اسمائے رجال کی یہ کتاب بھی ابھی تک نہیں چھپی۔ مقدمہ مشکوٰۃ کے آخر میں حضرت شیخ نے مشکوٰۃ پر اپنی اسمائے رجال کی کتاب کا نام "اکمال بذکر اسماء الرجال" بتلایا ہے۔ غالباً وہ یہی کتاب ہے اور صاحب مشکوٰۃ کی اسمائے رجال کا نام بھی اکمال ہے۔ مگر وہ "اکمال فی اسماء الرجال" اور عموماً ہندوستان کے مطبوعہ مشکوٰتوں کے آخر میں ملحق ہوتی ہے۔

"ومنها: أشعة اللمعات في شرح المشكوٰة" شرح فارسی مشکوٰۃ است کہ در

[1] اب یہ بھی بحمد اللہ مطبوع ہے۔

قدر و مرتبہ تلو شرح عربی است، و در تنقیح وتہذیب وضبط وربط راجح وفائق و در حجم وضخامت زیادہ ازاں۔ آن نیز بتائید ونصرت الٰہی سبحانہ شرح نفیس لطیف مہذب مرغوب ومقبول آمدہ، کتابت آن مقدار صدوسی وہزار بیت باشد۔

یہ فارسی شرح شائع ہو چکی ہے۔ اور احادیث نبویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی توجیہ وتشریح اور بیان مطالب میں نہایت مستند، نافع اور متبرک مجموعہ ہے۔

"ومنها: جامع البركات منتخب شرح المشكاة" مجموعہ آمدہ است شامل فوائد کثیرہ وعوائد غزیرہ۔ و در ہر باب یک دو متن حدیث ذکر کردہ در باقی احادیث بر مضامین آں اقتصار کردہ واختصار نمودہ شدہ است، کتابت آں مقدار سی و دو ہزار بیت باشد۔ یہ کتاب بھی غیر مطبوعہ ہے۔

مشکوٰۃ شریف کے متعلق ان چار کتابوں کے علاوہ آپ کی حسب ذیل چند کتابیں شرح سفر السعادت، مدارج النبوۃ، اخبار الاخیار، جذب القلوب الی دیار المحبوب، ماثبت من السنۃ، رسالہ آداب لباس، المکاتیب والرسائل بہت مشہور ہیں۔ بارہا طبع ہو چکی ہیں اور اہل علم میں بہت مقبول ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق صاحب کے والد کا نام سیف الدین ہے۔ آباؤ اجداد بخارا سے ہندوستان آئے۔ آپ دہلی میں محرم ۹۵۸ ہجری میں پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم پائی، پھر حجاز کے سفر سے مشرف ہوئے اور صاحب کنز العمال حضرت شیخ علی متقی کے شاگرد جلیل شیخ عبدالوہاب سے حدیث کی سند واجازت حاصل کی۔ آپ بائیس سال کی عمر میں علوم کی تحصیل سے فراغت پا چکے تھے۔ علم سلوک وتصوف حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ سے نقشبندی طریق پر حاصل کیا تھا۔ اور حضرت غوث اعظم [1] شیخ عبدالقادر جیلانی سے خاص قلبی ارتباط رکھتے تھے اور جناب رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک اور روحانیت مطہرہ سے فیض یاب

[1] یہ لقب صوفیاء میں از حد مروج ہے مگر انتہائی غلو آمیز ہے۔ جائز نہیں کہ ائمہ وعلماء کو اس طرح کا لقب دیا جائے، جو خود سراپا محتاج اور محتاج ہیں۔ (سعیدی)

وسعادت مند تھے۔ ❶

اکبر بادشاہ کے دربار کی بددینیوں سے تنگ آ کر آپ نے گوشہ نشینی اختیار فرمالی تھی۔ حتیٰ کہ جہانگیر ابن اکبر کے زمانہ میں ۱۰۵۲ ہجری میں وفات پائی۔ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل، مادۂ تاریخ وفات ہے۔ اور بعض علماء نے آپ کی تاریخ ولادت ''شیخ الاولیاء'' اور تاریخ وفات ''فخر العالم'' بیان کی ہے۔ آپ کا مزار دہلی میں تالاب شمسی کے کنارے پر واقع ہے۔ یہ مقبرہ آپ کی وفات کے بعد تیار ہوا ہے۔

مشکوٰۃ شریف کے سلسلے میں حضرت شیخ کی بابرکت مساعی کچھ ایسی بار آور اور مقبول ہوئیں کہ آپ کی شرح لمعات کا دیباچہ شرح کا دیباچہ نہیں رہا۔ بلکہ باضابطہ طور پر اصل متن مشکوٰۃ کا مقدمہ بن گیا ہے اور جزء نصاب ہو کر درس میں شامل ہے۔

اس عربی مقدمہ میں حضرت شیخ رحمہ اللہ نے علم حدیث کے مبادی نہایت جامع مانع طریق پر بیان کیے ہیں۔ گیارہویں فصل کے آخر میں صحاح کے مراتب اور شیخین کی شرائط صحت کی طرف اجمالی اشارہ کرتے ہوئے حوالہ دیا ہے کہ ہم نے اس کی پوری تفصیل (مرقاۃ شرح سفر السعادت) میں لکھی ہے۔ پھر تیرھویں فصل کے آخر میں حوالہ دیا ہے کہ ہم نے ان تیرہ ائمہ محدثین کے حالات اور ان کی کتابوں کے احوال، جن سے صاحب مشکوٰۃ نے اپنی کتاب میں روایات واحادیث کی تخریج کی ہے، اپنی تاریخ رجال کی کتاب ''اکمال'' میں

---

❶ یہ تعبیر بھی غالیانہ تصوف آمیز ہے۔ صحیح ترین بات وہ دعا ہی ہے جو رسول اللہ ﷺ سے طلبۂ حدیث کے لیے ثابت ہے:

"نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَءًا سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا فَحَفِظَهُ حَتّٰى يُبَلِّغَهُ، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلٰى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَيْسَ بِفَقِيهٍ."

''اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش وخرم اور شاداب رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی پھر اسے حفظ کیا اور یاد رکھا تا کہ اسے پہنچائے، بہت سے علم وفقہ کے حامل اپنے سے بڑھ کر زیادہ دانا اور فقیہ لوگوں کو پہنچاتے ہیں، اور بہت سے علم وفقہ کے حامل ایسے ہوتے ہیں جو در اصل دانا اور فقیہ نہیں ہوتے۔'' (سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب فضل نشر العلم، حدیث: ۳۳۶۰، اسنادہٗ صحیح) (سعیدی)

لکھے ہیں۔ لیکن فارسی شرح اشعۃ اللمعات کے مقدمہ میں اصول حدیث پر بحث کرنے کے بعد ان مشائخ حدیث کے حالات وسوانح اور ان کی کتابوں کا بھی مختصر حال لکھا ہے۔

اس لیے راقم سطور نے (مقدمہ شرح سفر السعادت) اور (مقدمہ اشعۃ اللمعات)...... کا شرح وتسہیل کے طور پر اردو میں ترجمہ کیا ہے اور اس کے ساتھ خطبہ مشکوٰۃ کی فارسی شرح کو بھی اردو میں منتقل کیا ہے۔ کیونکہ خطبہ مشکوٰۃ کو طلبہ ومتعلمین مشکوٰۃ نہایت اہم اور مشکل سمجھتے ہیں۔ اس خطبہ کے حل کے لیے اور متعدد کتب فن کے علاوہ مشکوٰۃ اور دوسری شروح وحواشی سے بھی مدد لی گئی ہے۔

مشکوٰۃ کی سند کا مفصل تذکرہ راقم الحروف نے آداب المحدثین میں لکھا ہے جو خاص طور پر مشکوٰۃ شریف پڑھنے والوں کے لیے فنی وکتابی مصطلحات، نیز حدیث کے مبادی واصول پر جامع ومکمل اور مشکوٰۃ شریف کے متعلق نہایت اہم معلومات پر سیر حاصل تبصرہ ہے۔ مقدمۃ الشیخ کا اردو ترجمہ وشرح آپ کے سامنے ہے۔ اس مقدمہ میں عربی شرح بھی (زجاجۃ المشکوٰۃ) کے نام سے مرتب کی گئی ہے اور یہ سب انعامات الٰہی نبی کریم ﷺ کے فیض تصدق سے حضرات محدثین کرام ومشائخ عظام کی روحانی برکات کا عمیم النفع اثر ہے۔ ❶

حضرت حق جل مجدہ سے بطفیل النبی الامی ﷺ یقین رکھتا ہوں کہ میری ان خدمات کو خالصتاً لوجہہ الکریم قبول فرما کر مجھ سے راضی ہو جائیں گے اور اپنی مرضیات پر ثابت قدم رہنے کی توفیق بخشیں گے اور طلبہ واہل علم سے امید کرتا ہوں کہ مجھے فلاح دارین کی دعا میں شامل رکھیں گے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ.

اَلْمُسْتَعِيْنُ بِاللّٰهِ الْقَوِيِّ وَالْمُعْتَصِمُ بِذَيْلِ الْحَدِيْثِ النَّبَوِيِّ ﷺ.

خواجہ محمد علی احسن اللّٰہ إلیہ

ذوالقعدہ ۱۳۶۵ ہجری

دفتر مکتبہ اسلامی

❶ دعا کا یہ اسلوب حضرات صوفیہ کے ہاں از حد مروج ہے مگر توحید خالص اور سنت صحیحہ سے مؤید نہیں ہے۔ (سعیدی)

مقدمة المشكوٰة

ديباجه

لمعات التنقيح شرح عربى مشكوٰة المصابيح

(از حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُقَدَّمَةٌ ❶ فِىْ بَيَانِ بَعْضِ مُصْطَلَحَاتِ عِلْمِ الْحَدِيْثِ مِمَّا يَكْفِىْ فِىْ شَرْحِ الْكِتَابِ مِنْ غَيْرِ تَطْوِيْلٍ وَاِطْنَابٍ.

اِعْلَمْ اَنَّ الْحَدِيْثَ فِىْ اِصْطِلَاحِ جَمْهُوْرِ الْمُحَدِّثِيْنَ يُطْلَقُ عَلٰى قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ وَفِعْلِهٖ وَتَقْرِيْرِهٖ۔

وَمَعْنَى التَّقْرِيْرِ اَنَّهٗ فَعَلَ اَحَدٌ اَوْ قَالَ شَيْئًا فِىْ حَضْرَتِهٖ ﷺ وَلَمْ يُنْكِرْهُ وَلَمْ يَنْهَهٗ عَنْ ذٰلِكَ. بَلْ سَكَتَ وَقَرَّرَ۔

وَكَذَالِكَ يُطْلَقُ عَلٰى قَوْلِ الصَّحَابِيِّ وَفِعْلِهٖ وَتَقْرِيْرِهٖ، وَعَلٰى قَوْلِ التَّابِعِيِّ وَفِعْلِهٖ وَتَقْرِيْرِهٖ۔

فَمَا انْتَهٰى اِلَى النَّبِيِّ ﷺ يُقَالُ لَهُ الْمَرْفُوْعُ۔

وَمَا انْتَهٰى اِلَى الصَّحَابِيِّ يُقَالُ لَهُ الْمَوْقُوْفُ كَمَا يُقَالُ قَالَ اَوْ فَعَلَ اَوْ قَرَّرَ ابْنُ عَبَّاسٍ، اَوْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَوْقُوْفًا، اَوْ مَوْقُوْفٌ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ۔

وَمَا انْتَهٰى اِلَى التَّابِعِيِّ يُقَالُ لَهُ الْمَقْطُوْعُ۔

وَقَدْ خَصَّصَ بَعْضُهُمُ الْحَدِيْثَ بِالْمَرْفُوْعِ وَالْمَوْقُوْفِ اِذِ الْمَقْطُوْعُ

❶ یہ مقدمہ مطبع احمدی دہلی میں طبع شدہ نسخہ ۱۲۶۸ ہجری سے نقل کیا گیا ہے۔

يُقَالُ لَهُ الْاَثَرُ۔

وَقَدْ يُطْلَقُ الْاَثَرُ عَلَى الْمَرْفُوْعِ اَيْضًا كَمَا يُقَالُ الْاَدْعِيَةُ الْمَاثُوْرَةُ لِمَا جَاءَ مِنَ الْاَدْعِيَةِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔

وَالطَّحَاوِيُّ سَمّٰى كِتَابَهُ الْمُشْتَمِلَ عَلٰى بَيَانِ الْاَحَادِيْثِ النَّبَوِيَّةِ وَآثَارِ الصَّحَابَةِ بِشَرْحِ مَعَانِي الْاٰثَارِ۔

وَقَالَ السَّخَاوِيُّ اِنَّ لِلطَّبَرَانِيِّ كِتَابًا مُسَمًّى بِتَهْذِيْبِ الْاٰثَارِ مَعَ اَنَّهُ مَخْصُوْصٌ بِالْمَرْفُوْعِ وَمَا ذُكِرَ فِيْهِ مِنَ الْمَوْقُوْفِ فَبِطَرِيْقِ التَّبْعِ وَالتَّطَفُّلِ۔

وَالْخَبَرُ وَالْحَدِيْثُ فِي الْمَشْهُوْرِ بِمَعْنًى وَاحِدٍ۔

وَبَعْضُهُمْ خَصُّوا الْحَدِيْثَ بِمَا جَاءَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَالصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ، وَالْخَبَرُ بِمَا جَاءَ عَنْ اَخْبَارِ الْمُلُوْكِ وَالسَّلَاطِيْنِ وَالْاَيَّامِ الْمَاضِيَةِ.

وَلِهٰذَا يُقَالُ لِمَنْ يَّشْتَغِلُ بِالسُّنَّةِ مُحَدِّثٌ، وَلِمَنْ يَّشْتَغِلُ بِالتَّوَارِيْخِ اِخْبَارِيٌّ۔

وَالرَّفْعُ قَدْ يَكُوْنُ صَرِيْحًا وَقَدْ يَكُوْنُ حُكْمًا۔

اِمَّا صَرِيْحًا فَفِي الْقَوْلِيِّ كَقَوْلِ الصَّحَابِيِّ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ كَذَا۔ اَوْ كَقَوْلِهٖ اَوْ قَوْلِ غَيْرِهٖ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَوْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهُ قَالَ كَذَا۔

وَفِي الْفِعْلِيِّ كَقَوْلِ الصَّحَابِيِّ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَعَلَ كَذَا. اَوْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهُ فَعَلَ كَذَا اَوْ عَنِ الصَّحَابِيِّ اَوْ غَيْرِهٖ مَرْفُوْعًا، اَوْ رَفَعَهُ اَنَّهُ فَعَلَ كَذَا۔

وَفِي التَّقْرِيْرِيِّ اَنْ يَّقُوْلَ الصَّحَابِيُّ اَوْ غَيْرُهُ فَعَلَ فُلَانٌ اَوْ اَحَدٌ بِحَضْرَةِ النَّبِيِّ ﷺ كَذَا وَلَا يَذْكُرُ اِنْكَارَهُ۔

وَإِمَّا حُكْمًا فَكَإِخْبَارِ الصَّحَابِيِّ الَّذِيْ لَمْ يُخْبِرْ عَنِ الْكُتُبِ الْمُتَقَدِّمَةِ مَالَا مَجَالَ فِيْهِ لِلْاِجْتِهَادِ عَنِ الْاَحْوَالِ الْمَاضِيَةِ كَاَخْبَارِ الْاَنْبِيَاءِ اَوِ الْاٰتِيَةِ كَالْمَلَاحِمِ وَالْفِتَنِ وَاَحْوَالِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ اَوْ تَرَتُّبِ ثَوَابٍ مَّخْصُوْصٍ اَوْ عِقَابٍ مَخْصُوْصٍ عَلٰى فِعْلٍ فَاِنَّهٗ لَا سَبِيْلَ اِلَيْهِ اِلَّا سِمَاعٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔

اَوْ يَفْعَلُ الصَّحَابِيُّ مَالَا مَجَالَ لِلْاِجْتِهَادِ فِيْهِ اَوْ يُخْبِرُ الصَّحَابِيُّ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ فِيْ زَمَانِ النَّبِيِّ ﷺ لِاَنَّ الظَّاهِرَ اِطِّلَاعُهٗ ﷺ عَلٰى ذٰلِكَ وَنُزُوْلِ الْوَحْيِ بِهٖ۔

اَوْ يَقُوْلُوْنَ وَمِنَ السُّنَّةِ كَذَا لِاَنَّ الظَّاهِرَ اَنَّ السُّنَّةَ سُنَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّهٗ يَحْتَمِلُ سُنَّةَ الصَّحَابَةِ وَسُنَّةَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ فَاِنَّ السُّنَّةَ يُطْلَقُ عَلَيْهِ .

فصل (۱)

اَلسَّنَدُ طَرِيْقُ الْحَدِيْثِ وَهُوَ رِجَالُهُ الَّذِيْنَ رَوَوْهُ، وَالْاِسْنَادُ بِمَعْنَاهُ، وَقَدْ يَجِيْئُ بِمَعْنٰى ذِكْرِ السَّنَدِ وَالْحِكَايَةِ عَنْ طَرِيْقِ الْمَتَنِ۔

وَالْمَتَنُ مَا انْتَهٰى اِلَيْهِ الْاِسْنَادُ۔

فَاِنْ لَّمْ يَسْقُطْ رَاوٍ مِّنَ الرُّوَاةِ مِنَ الْبَيْنِ فَالْحَدِيْثُ مُتَّصِلٌ وَيُسَمّٰى عَدَمُ السُّقُوْطِ اِتِّصَالًا۔

وَاِنْ سَقَطَ وَاحِدٌ اَوْ اَكْثَرُ فَالْحَدِيْثُ مُنْقَطِعٌ وَهٰذَا السُّقُوْطُ انْقِطَاعٌ۔

وَالسُّقُوْطُ اِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ مِنْ اَوَّلِ السَّنَدِ وَيَسَمّٰى مُعَلَّقًا وَهٰذَا الْاِسْقَاطُ تَعْلِيْقًا۔

وَالسَّاقِطُ قَدْ يَكُوْنُ وَاحِدًا وَقَدْ يَكُوْنُ اَكْثَرَ وَقَدْ يُحْذَفُ تَمَامُ السَّنَدِ كَمَا هُوَ عَادَةُ الْمُصَنِّفِيْنَ يَقُوْلُوْنَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔

وَالتَّعْلِيْقَاتُ كَثِيْرَةٌ فِيْ تَرَاجِمِ صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ وَلَهَا حُكْمُ الْاِتِّصَالِ

لِاَنَّهٗ اِلْتَزَمَ فِيْ هٰذَا الْكِتَابِ اَنْ لَا يَاتِيَ اِلَّا بِالصَّحِيْحِ ، وَلٰكِنَّهَا لَيْسَتْ مَرْتَبَةُ مَسَانِيْدِهٖ اِلَّا مَا ذَكَرَ مِنْهَامُسْنَدًا فِيْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ مِنْ كِتَابِهٖ۔

وَقَدْ يُفَرَّقُ فِيْهَا بِاَنَّ مَا ذَكَرَ بِصِيْغَةِ الْجَزْمِ وَالْمَعْلُوْمِ كَقَوْلِهٖ قَالَ فُلَانٌ اَوْ ذَكَرَ فُلَانٌ دَلَّ عَلٰى ثُبُوْتِ اِسْنَادِهٖ عِنْدَهٗ فَهُوَ صَحِيْحٌ قَطْعًا۔

وَمَا ذَكَرَهٗ بِصِيْغَةِ التَّمْرِيْضِ وَالْمَجْهُوْلِ كَقِيْلَ اَوْ يُقَالُ اَوْ ذُكِرَ فَفِيْ صِحَّتِهٖ عِنْدَهٗ كَلَامٌ وَلٰكِنَّهٗ لَمَّا اَوْرَدَهٗ فِيْ هٰذَا الْكِتَابِ كَانَ لَهٗ اَصْلٌ ثَابِتٌ۔

وَلِهٰذَا قَالُوْا تَعْلِيْقَاتُ الْبُخَارِيِّ مُتَّصِلَةٌ صَحِيْحَةٌ۔

وَاِنْ كَانَ السُّقُوْطُ مِنْ اٰخِرِ السَّنَدِ فَاِنْ كَانَ بَعْدَ التَّابِعِيِّ: فَالْحَدِيْثُ مُرْسَلٌ وَهٰذَا الْفِعْلُ اِرْسَالٌ كَقَوْلِ التَّابِعِيِّ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔

وَقَدْ يَجِيْءُ عِنْدَ الْمُحَدِّثِيْنَ اَلْمُرْسَلُ وَالْمُنْقَطِعُ بِمَعْنًى وَالْاِصْطِلَاحُ الْاَوَّلُ اَشْهَرُ۔

وَحُكْمُ الْمُرْسَلِ اَلتَّوَقُّفُ عِنْدَ جُمْهُوْرِ الْعُلَمَآءِ لِاَنَّهٗ لا يُدْرىٰ أن السَّاقِطَ ثِقَةٌ اَوْلا لأن التَّابِعِيَّ قَدْ يَرْوِى عَنِ التَّابِعِيِّ وَفِي التَّابِعِيْنَ ثِقَاتٌ وَغَيْرُ ثِقَاتٍ۔

وعند أبى حنيفة ومالك المرسل مقبول مطلقا وهم يقولون إنما أرسله لكمال الوثوق والإعتماد لأن الكلام فى الثقة ولو لم يكن عنده صحيحا لم يرسله ولم يقل قال رسول الله ﷺ۔

وعند الشافعى إن اعتَضِدَ بوجه اٰخر مرسلٍ أو مسندٍ وإن كان ضعيفا قُبِل۔

وعن أحمد قولان۔

وهذا كلّه اذا عُلم أن عادة ذلك التابعى أن لا يرسل إلا عن الثقات۔ وإن كانت عادته أن يرسل عن الثقات وعن غير الثقات فحكمه

التوقف بالإتفاق۔

كذا قيل وفيه تفصيل أزيد من ذلك ذكره السخاوی فی شرح الألفية۔

وإن كان السقوط من أثناء الإسناد فإن كان الساقط اثنين متواليا يسمى معضلا بفتح الضاد۔

وإن كان واحداً او أكثر من غير موضع واحد يسمى منقطعا۔

وعلى هذا يكون المنقطع قسما من غير المتصل۔

وقد يطلق المنقطع بمعنى غير المتصل مطلقا شاملا لجميع الاقسام وبهذا المعنى يُجعل مقسما۔

ويعرف الانقطاع وسقوط الراوی بمعرفة عدم الملاقاة بين الراوی والمرویّ عنه۔

إما بعدم المعاصرة أو عدم الاجتماع والإجازة عنه بحكم علم التاريخ المبيّن لمواليد الرواة ووفياتهم و تعيين أوقات طلبهم وارتحالهم وبهذا صار علم التاريخ أصلا وعمدة عند المحدثين۔

ومن اقسام المنقطع المدلَّس بضم الميم وفتح اللام المشددة، ويقال لهٰذا الفعل التدليس ولفاعله مدلِّس بكسر اللام۔

وصورته أن لا يسمى الراوی شيخه الذی سمعه منه بل يروی عمن فوقه بلفظ يوهم السماع ولا يقطع كذبا كما يقول عن فلان وقال فلان۔

والتدليس فی اللغة كتمان عيب السلعة فیَ البيع وقد يقال إنه مشتق من الدلس وهو اختلاط الظلام واشتدادُه سمی به لاشتراكهما فی الخفاء۔

قال الشیخ وحکم من ثبت عنه التدلیس أنه لا یقبل منه إلا إذا صرح بالتحدیث۔

قال الشمنی: التدلیس حرام عند الائمة۔ رُوی عن وکیع أنه قال لا یجوز تدلیس الثوب فکیف بتدلیس الحدیث۔

وبالغ شعبة فی ذمّه۔

و قد اختلف العلماء فی قبول روایة المدلِّس فذهب فریق من أهل الحدیث والفقه إلی أن التدلیس جرح وأن من عُرِف به لا یُقبل حدیثه مطلقا وقیل یقبل وذهب الجمهور إلی قبول تدلیس من عُرف أنه لا یدلّس إلا عن ثقة کابن عیینة۔

وإلی ردّ من کان یدلّس عن الضعفاء وغیرهم حتی ینص علی سماعه بقوله: سمعت أو حدثنا أو أخبرنا۔

والباعث علی التدلیس قد یکون لبعض الناس غرض فاسد۔ مثل إخفاء السماع من الشیخ لصغر سِنّه أو عدم شهرته وجاهه عند الناس۔

والذی وقع من بعض الأکابرلیس کمثل هذا بل من جهة وثوقهم لصحة الحدیث واستغناء بشهرة الحال۔

قال الشمنی: یحتمل أن یکون قد سمع الحدیث من جماعة من الثقات وعن ذلك الرجل فاستغنی بذکره عن ذکر أحدهم أو ذکر جمیعهم لتحققه بصحة الحدیث فیه کما یفعل المرسل۔

وإن وقع فی إسناد أو متن اختلاف من الرواة بتقدیم وتاخیر أو زیادة ونقصان أو إبدال راو مکان راو اٰخر أو متن مکان متن أو تصحیفه فی أسماء السند أو أجزاء المتن أو باختصار أو حذف أو مثل ذلك فالحدیث مضطرَب۔

فإن أمكن الجمع فيها وإلا فالتوقف۔

وإن أدرج الراوى كلامه أو كلام غيره من صحابى أو تابعى مثلا لغرض من الاغراض كبيان اللغة أو تفسير للمعنى أو تقييد للمطلق أو نحو ذلك فالحديث مدرَج .

فصل (۲) تنبيه:

وهذا المبحث ينجر إلى رواية الحديث ونقله بالمعنى وفيه اختلاف۔ فالأكثرون علٰى أنه جائز ممن هو عالم بالعربية وماهر فى أساليب الكلام وعارف بخواص التراكيب مفهومات الخطاب لئلا يخطئ بزيادة ونقصان ،

وقيل جائز فى مفردات الألفاظ دون المركبات۔

وقيل جائز لمن استحضر ألفاظه حتى يتمكن من التصرف فيه ۔

وقيل جائز لمن يحفظ معانى الحديث ونسى الفاظها للضرورة فى تحصيل الأحكام وأما من استحضر الالفاظ فلا يجوز له لعدم الضرورة وهذا الخلاف فى الجواز وعدمه ،

أمّا أولوية رواية اللفظ من غير تصرف فيها فمتفق عليه لقوله ﷺ نضّر الله امرءا سمع مقالتى فوعاها فأداها كما سمع ۔الحديث۔ والنقل بالمعنى واقع فى الكتب الستة وغيرها۔

والعنعنة رواية الحديث بلفظ عن فلان عن فلان والمعنعَن حديث روى بطريق العنعنة۔

ويشترط فى العنعة المعاصرة عند مسلم واللقىّ عند البخارى رحمه الله والأخذ عند قوم آخرين۔ ومسلم رحمه الله رد على الفريقين أشد الرد وبالغ فيه۔

وعنعنة المدلّس غير مقبولة۔

وكل حديث مرفوع بسنده متصل فهو مسند هذا هو المشهور المعتمد عليه .

وبعضهم يسمى كل متصل مسندا وإن كان موقوفا أو مقطوعا .

وبعضهم يسمى المرفوع مسندا وإن كان مرسلا أو معضلا أو منقطعا .

فصل (٣):

ومن أقسام الحديث الشاذ والمنكر والمعلل

والشاذ فى اللغة من تفرد من الجماعة وخرج منها۔

وفى الإصطلاح ماروي مخالفا لما رواه الثقات فإن لم يكن رواته ثقة فهو مردود وإن كان ثقة فسبيله الترجيح بمزيد حفظ وضبط أو كثرة عدد ووجوه أخر من الترجيحات۔

فالراجح يسمى محفوظا والمرجوح شاذا۔

والمنكر حديث رواه ضعيف مخالف لمن هو أضعف منه .

ومقابله المعروف .

فالمنكر والمعروف كلا راويهما ضعيف وأحدهما أضعف من الآخر وفى الشاذ المحفوظ قوى أحدهما أقوى من الآخر ،

والشاذ والمنكر مرجوحان .

والمحفوظ والمعروف راجحان .

وبعضهم لم يشترطوا فى الشاذ والمنكر قيداً لمخالفةِ لراوٍ آخر قويا كان أو ضعيفا۔

وقالوا الشاذ مارواه الثقة وتفرد به ولا يوجد له أصل موافق

ومعاضد له وهذا صادق على فرد ثقة صحيح۔

وبعضهم لم يعتبروا الثقة ولا المخالفة۔

وكذالك المنكر لم يخصوه بالصورة المذكورة۔

وسموا حديث المطعون بفسق أو فرط غفلة وكثرة غلط منكرا۔

وهذه اصطلاحات لا مشاحة فيها۔

والمعلّل بفتح اللام إسناد فيه علل وأسباب غامضة خفية قادحة فى الصحة يتنبه لها الحذاق المهرة من أهل هذا الشان كإرسال فى الموصول ووقفٍ فى المرفوع ونحو ذلك۔

وقد يقتصر عبارة المعلِّل بكسر اللام عن إقامة الحجة على دعواه كالصيرفىّ فى نقد الدينار والدرهم،

واذا روى راو حديثا وروى راوٍ آخر حديثا موافقا له يسمى هذا الحديث متابعا بصيغة اسم الفاعل۔

وهذا معنى ما يقول المحدثون تابعه فلان وكثيرا ما يقول البخارى فى صحيحه ويقولون وله متابعات۔

والمتابعة يوجب التقوية والتأييد۔

ولا يلزم أن يكون المتابع مساويا فى المرتبة للأصل وإن كان دونه يصلح للمتابعة۔

والمتابعة قد يكون فى نفس الراوى وقد يكون فى شيخ فوقه والأول أتم وأكمل من الثانى لأن الوهن فى أول الإسناد أكثر وأغلب۔

والمتابِع إن وافق الأصل فى اللفظ والمعنى يقال مثله وإن وافق فى المعنى دون اللفظ يقال نحوه۔

ويشترط فى المتابعة أن يكون الحديثان من صحابى واحد۔

وإن كان من صحابيين يقال له شاهد كما يقال: له شاهد من حديث أبي هريرة رضي الله عنه ويقال له شواهد ويشهد به حديث فلان ـ

وبعضهم يخصون المتابعة بالموافقة فى اللفظ والشاهد فى المعنى سواء كان من صحابى واحد أو من صحابيين۔

وقد يطلق الشاهد والمتابع بمعنى واحد والأمر فى ذلك بيّن۔

وتتبع طرق الحديث وأسانيدها لقصد معرفة المتابع والشاهد يسمى الاعتبار .

فصل (۴):

وأصل أقسام الحديث ثلاثة صحيح وحسن وضعيف۔

فالصحيح أعلى مرتبة والضعيف ادنٰى والحسن متوسط وسائر الأقسام التى ذكرت داخلة فى هذه الثلاثة۔

فالصحيح ما يثبت بنقل عدل تام الضبط غير معلل ولا شاذ۔

فإن كانت هذه الصفات على وجه الكمال والتمام فهو الصحيح لذاته۔

وإن كان فيه نوع قصور ووجد ما يجبر ذلك القصور من كثرة الطرق فهو الصحيح لغيره۔

وإن لم يوجد فهو الحسن لذاته۔

وما فُقد فيه الشرائط المعتبرة فى الصحيح كُلًّا أو بعضا فهو الضعيف۔

والضعيف إن تعدد طرقه وانجبر ضعفه يسمى حسنا لغيره،

وظاهر كلامهم أنه يجوز أن يكون جميع الصفات المذكورة فى الصحيح ناقصا فى الحسن لكن التحقيق أن النقصان الذى اعتبر فى

الحسن إنما هو لخفة الضبط وباقى الصفات بحالها۔

والعدالة ملكة فى الشخص تحمله على ملازمة التقوى والمروءة ۔

والـمـراد بـالتـقوى إجتناب الأعمال السيئة من الشرك والفسق و البدعة۔

وفـى الإجتـنـاب عـن الـصـغيـرة خلاف والمختار عدم اشتراطه لخروجه عن الطاقة الا الإصرار عليها لكونه كبيرة۔

والمراد بالمروءة التنزه عن بعض الخسائس والنقائص التى هى خلاف مقتضى الهمة والمروة مثل بعض المباحات الدنية كالأكل والشرب فى السوق والبول فى الطريق وأمثال ذلك۔

وينبغى أن يُعلم أن عدل الرواية اعم من عدل الشهادة فإنّ عدل الشهادة مخصوص بالحر وعدل الرواية يشتمل الحر والعبد۔

والـمـراد بـالـضـبـط حفظ المسوع وتثبيته من الفوات والاختلال بحيث يتمكن من استحضاره۔

وهو قسمان: ضبط الصدر وضبط الكتاب۔

فـضـبـط الصدر بحفظ القلب ووعيه وضبط الكتاب بصيانته عنده إلى وقت الأداء .

فصل (۵):

أمّا العدالة فوجه الطعن المتعلقة بها خمس۔

الاول بـالـكذب والثانى باتهامه بالكذب والثالث بالفسق والرابع بالجهالة والخامس بالبدعة۔

و الـمـراد بكذب الراوى أنه ثبت كذبه فى الحديث النبوى ﷺ إمّا بإقرار الواضع أو بغير ذلك من القرائن۔

وحديث المطعون بالكذب يسمى موضوعا ومن ثبت عنه تعمد الكذب في الحديث وإن كان وقوعه في العمر مرة وإن تاب من ذلك لم يقبل حديثه أبدا بخلاف شاهد الزور إذا تاب۔

فالمراد بالحديث الموضوع في اصطلاح المحدثين هذا لا أنه ثبت كذبه وعُلم في هذا الحديث بخصوصه والمسئلة ظنية۔

والحكم بالوضع والافتراء بحكم الظن الغالب وليس إلى القطع واليقين بذلك سبيل فإن الكذوب قد يصدق وبهذا يندفع ما قيل في معرفة الوضع باقرار الواضع أنه يجوز أن يكون كاذبا في هذا الإقرار فإنه يعرف صدقه لغالب الظن ولولا ذلك لما ساغ قتل المقر بالقتل ولا رجم المعترف بالزنا فافهم،

وأمّا إتهام الراوي بالكذب فبأن يكون مشهورا بالكذب ومعروفا به في كلام الناس ولم يثبت كذبه في الحديث النبوي (على صاحبها الصلوٰة والسلام)

وفي حكمه رواية ما يخالف قواعد معلومة ضرورية في الشرع كذا قيل۔ ويسمى هذا القسم متروكا كما يقال حديثه متروك وفلان متروك الحديث۔

وهذا الرجل إن تاب وصحت توبته وظهرت أمارات الصدق منه جاز سماع الحديث والذي يقع منه الكذب أحيانا نادرا في كلامه غير الحديث النبوي(صلى الله على صاحبه وسلم) فذلك غير مؤثر في تسمية حديثه بالموضوع أو المتروك وإن كانت معصية۔

وأما الفسق فالمراد به الفسق في العمل دون الإعتقاد فإن ذلك داخل في البدعة وأكثر ما يستعمل البدعة في الإعتقاد۔

والكذب وإن كان داخلا فى الفسق لكنهم عدّوه أصلا على حدة لكون الطعن به أشد وأغلظ۔

وأما جهالة الراوى فإنه أيضا سبب للطعن فى الحديث لأنه لما لم يعرف إسمه وذاته لم يعرف حاله وأنه ثقة أو غير ثقة كما يقول حدثنى رجل أو أخبرنى شيخ ويسمى هذا مبهما۔

وحديث المبهم غير مقبول إلا أن يكون صحابيا لأنهم عدول۔

وإن جاء المبهم بلفظ التعديل كما يقول أخبرنى عدل أو حدثنى ثقة ففيه اختلاف والأصح أنه لا يقبل لأنه يجوز أن يكون عدلا فى اعتقاده لا فى نفس الأمر وإن قال ذلك إمام حاذق قبل۔

وأمّا البدعة فالمراد به إعتقاد أمر مُحدَث على خلاف ما عرف فى الدين وما جاء من رسول الله ﷺ وأصحابه بنوع شبهة وتاويل لا بطريق جحود وإنكار فإن ذلك كفر۔

وحديث المبتدع مردود عند الجمهور وعند البعض إن كان متصفا بصدق اللهجة وصيانة اللسان قُبِل۔

وقال بعضهم إن كان منكرا لأمر متواتر فى الشرع وقد علم بالضرورة كونه من الدين فهو مردود وإن لم يكن بهذه الصفة يقبل وإن كفره المخالفون مع وجود ضبط وورع وتقوى واحتياط وصيانة۔

والمختار انه إن كان داعيا إلى بدعة ومروِّجا له رُدّ وإن لم يكن كذلك قُبِل إلا أن يروى شيئا يقوى به بدعته فهو مردود قطعا۔

وبالجملة الائمة مختلفون فى أخذ الحديث من أهل البدع والاهواء وأرباب المذاهب الزائغة۔

وقال صاحب جامع الأصول أخذ جماعة من ائمة الحديث من

فـرقة الـخـوارج والـمـنتسبيـن إلـى الـقـدر والتشيع والرفض ووسائر أصـحاب البدع والأهواء وقد احتاط جماعة آخرون وتورّعوا من أخذ حديث من هذه الفرق ولكل منهم نيات۔ انتهٰى۔

ولا شك أن أخـذ الـحـديـث مـن هـذه الفرق يكون بعد التحرّى والإستـصـواب ومـع ذلك الإحتيـاط فـى عـدم الأخذ لأنه قد ثبت أن هولاء الفرق كانوا يضعون الأحاديث لترويج مذاهبهم وكانوا يقرّون به بعد التوبة والرجوع والله اعلم.

فصل (٦):

وأما وجوه الطعن المتعلقة بالضبط فهى أيضا خمسة۔

أحـدهـا فـرط الـغـفـلة وثانيها كثرة الغلط وثالثها مخالفة الثقات ورابعها الوهم و خامسها سوء الحفظ۔

أما فرط الغفلة وكثرة الغلط فمتقاربان۔

فالغفلة فى السماع وتحمل الحديث والغلط فى الاسماع والاداء۔

ومـخـالـفة الثـقـات فى الإسناد والمتن يكون على انحاء متعددة تـكـون مـوجبة لـلشذوذ وجعله من وجوه الطعن المتعلقة بالضبط من جهة أن البـاعـث عـلـى مـخـالـفة الثقات إنما هو عدم الضبط والحفظ وعدم الصيانة عن التغير والتبديل۔

والـطـعـن مـن جهة الوهـم والنسيان الذين اخطأ بهما وروي على سبيل التوهم إن حصل الإطلاع على ذلك بقرائن دالة على وجوه علل وأسبـاب قـادحة كـان الـحـديـث مـعللا وهذا أغمض علوم الحديث وأدقهـا ولا يـقـوم بـه إلا مـن رزق فهـمـا وحفظا واسعا و معرفة تامة بـمـراتـب الـرواة وأحوال الإسناد والمتون كالمقتدمين من أرباب هذا

الفن إلى أن انتهى إلى الدارقطني ويقال لم يأت بعده مثله في هذا الأمر والله أعلم۔

وأما سوء الحفظ فقالوا إن المراد به أن لا يكون إصابته أغلب على خطأه وحفظه وإتقانه أكثر من سهوه و نسيانه يعني إن كان خطأه ونسيانه أغلب أو مساويا لصوابه وإتقانه كان داخلا في سوء الحفظ فالمعتمد عليه صوابه وإتقانه وكثرتهما۔

وسوء الحفظ إن كان لازم حاله في جميع الأوقات ومدة عمره لا يعتبر بحديثه وعند بعض المحدثين هذا أيضا داخل في الشاذ۔

وإن طرأ سوء الحفظ لعارض مثل إختلال في الحافظة بسبب كبر سنه أو ذهاب بصره أو فوات كتبه فهذا يسمى مختلطا۔

فما روى قبل الإختلاط والاختلال متميزا عما رواه بعد هذه الحال قبل وإن لم يتميز توقف وإن اشتبه كذلك۔

وإن وجد لهذا القسم متابعات وشواهد ترقى من مرتبة الرد والقبول والرجحان وهذا حكم أحاديث المستور والمدلس والمرسل .

فصل (۷):

الحديث الصحيح إن كان روايه واحدا يسمى غريبا۔

وإن كان اثنين يسمى عزيزا۔

وإن كانوا أكثر يسمى مشهورا ومستفيضا۔

وإن بلغت رواته في الكثرة إلى أن يستحيل العادة تواطئهم على الكذب يسمى متواترا۔

ويسمى الغريب فردا أيضا والمراد بكون روايه واحدا كونه كذلك ولو في موضع واحد من الإسناد لكنه يسمى فردا نسبيا۔

وإن كان فى كل موضع منه يسمى فردا مطلقا۔

والمراد بكونهما اثنين أن يكونا فى كل موضع كذلك فإن كان فى موضع واحد مثلاً لم يكن الحديث عزيزا بل غريبا وعلى هذا القياس معنى اعتبار الكثرة فى المشهور أن يكون فى كل موضع أكثر من اثنين وهذا معنى قولهم أن الأقل حاكم على الأكثر فى هذا الفن فافهم۔

وعلم مما ذكر أن الغرابة لا تنا فى الصحة ويجوز أن يكون الحديث صحيحا غريبا بأن يكون كل واحد من رجاله ثقة۔

والغريب قد يقع بمعنى الشاذ أى شذوذا هو من أقسام الطعن فى الحديث و هذا هو المراد من قول صاحب المصابيح من قوله هذا حديث غريب لما قال بطريق الطعن۔

وبعض الناس يفسرون الشاذ بمفرد الراوى من غير اعتبار مخالفته للثقات كما سبق ويقولون صحيح شاذ وصحيح غير شاذ فالشذوذ بهذا المعنى أيضا لا ينافى الصحة كالغرابة والذى يذكر فى مقام الطعن هو مخالفة الثقات .

فصل (٨):

الحديث الضعيف هو الذى فُقِدَ فيه الشرائط المعتبرة فى الصحة والحسن كلا او بعضا ويذم راويه بشذوذ أو نكارة أو علة۔

وبهذا الاعتبار يتعدد أقسام الضعيف ويكثر إفراد و تركيبا۔

ومراتب الصحيح والحسن لذاتهما ولغيرهما بتفاوت المراتب والدرجات فى كمال الصفات المعتبرة الماخوذة فى مفهوميهما مع وجود الاشتراك فى أصل الصحة والحسن۔

والقوم ضبطوا مراتب الصحة وعينوها وذكروا أمثلتها من

الأسانيد وقالوا اسم العدالة والضوط يشتمل رجالها كلها ولكن بعضها فوق بعض۔

وأما إطلاق أصح الاسانيد على سند مخصوص على الإطلاق ففيه اختلاف۔ فقال بعضهم . أصح الأسانيد:

زين العابدين عن أبيه عن جده۔

وقيل مالك عن نافع عن ابن عمر۔

وقيل الزهرى عن سالم عن ابن عمر۔

والحق أن الحكم على إسناد مخصوص بالأصحية على الإطلاق غير جائز إلا أن فى الصحة مراتب عُلْيا وعدة من الأسانيد يدخل فيها۔

ولو قيد بقيد بأن يقال أصح الأسانيد البلد الفلاني أو فى الباب الفلاني أو فى المسئلة الفلانية يصح والله اعلم .

فصل ۹:

من عادة الترمذى أن يقول فى جامعه حديث حسن صحيح ، حديث غريب حسن ، حديث حسن غريب صحيح۔

ولا شبهة فى جواز اجتماع الحسن والصحة بأن يكون حسنا لذاته وصحيحا لغيره وكذلك فى اجتماع الغرابة والصحة كما أسلفنا۔

وأما اجتماع الغرابة والحسن فيستشكلونه بأن الترمذى اعتبر فى الحسن تعدد الطرق فكيف يكون غريبا۔

ويجيبون بأن اعتبار تعدد الطرق فى الحسن ليس على الإطلاق بل فى قسم منه وحيث حكم باجتماع الحسن والغرابة المراد قسم آخر

وقال بعضهم إنه أشار بذلك إلى اختلاف الطرق بأن جاء فى بعض الطرق غريبا وفى بعضها حسنا۔

وقيل الواو بمعنى أو بأنه يشك و يتردد فى أنه غريب أو حسن لعدم معرفته جزما۔

وقيل المراد بالحسن ههنا ليس معناه الاصطلاحى بل اللغوى بمعنى ما يميل اليه الطبع وهذا القول بعيد جدا .

فصل (١٠):

الاحتجاج فى الأحكام بالخبر الصحيح مجمع عليه وكذلك بالحسن لذاته عند عامة العلماء وهو ملحق بالصحيح فى باب الاحتجاج و إن كان دونه فى المرتبة والحديث الضعيف الذى بلغ بتعدد الطرق مرتبة الحسن لغيره أيضاً مجمع عليه۔

وما اشتهر أن الحديث الضعيف معتبر فى فضائل الأعمال لا فى غيرها المراد مفرداته لا مجموعها لأنه داخل فى الحسن لا فى الضعيف صرح به الائمة۔

وقال بعضهم إن كان الضعيف من جهة سوء حفظ او اختلاط او تدليس مع وجود الصدق والديانة ينجبر بتعدد الطرق و إن كان من جهة اتهام الكذب أو الشذوذ أو فحش الغلط لا ينجبر بتعدد الطرق۔

و الحديث محكوم عليه بالضعف ومعمول به فى فضائل الأعمال وعلى مثل هذا ينبغى أن يحمل ما قيل أن لحوق الضعيف بالضعيف لا يفيد قوة وإلا فهذا القول ظاهر الفساد فتدبر .

فصل (١١):

لما تفاوتت مراتب الصحيح والصحاح بعضها أصح من بعض فاعلم أن الذى تقرر عند جمهور المحدثين أن صحيح البخارى مقدم على سائر الكتب المصنفة حتى قالوا "أصح الكتب بعد كتاب اللّٰه

تعالی صحیح البخاری"

وبعض المغاربة رجّحوا صحيح المسلم على صحيح البخارى والجمهور يقولون إن هذا فيما يرجع الى حسن البيان وجودة الوضع والترتيب ورعاية دقائق الإشارات ومحاسن النكات فى الأسانيد وهذا خارج عن المبحث والكلام فى الصحة والقوة وما يتعلق بها۔

وليس كتاب يساوى صحيح البخارى فى هذا الباب بدليل كمال الصفات التى اعتبرت فى الصحة فى رجاله۔

وبعضهم توقف فى ترجيح أحدهما على الآخر والحق هو الأول،

والحديث الذى اتفق البخارى ومسلم على تخريجه يسمى متفقا عليه وقال الشيخ بشرط أن يكون عن صحابي واحد۔

وقالوا مجموع الأحاديث المتفقة عليها الفان وثلاثمائة وستة وعشرون وبالجملة ما اتفق عليه الشيخان مقدم على غيره۔

ثم ما تفرد به البخارى ثم ما تفرد به مسلم ثم ما كان على شرط البخارى ومسلم ثم ما هو على شرط البخارى ثم ما هو على شرط مسلم ثم ما هو رواه من غيرهم من الائمة الذين التزموا الصحة وصححوه فالأقسام سبعة۔

والمراد بشرط البخارى ومسلم أن يكون الرجال متصفين بالصفات التى يتصف بها رجال البخارى والمسلم من الضبط والعدالة وعدم الشذوذ والنكارة والغفلة۔

وقيل المراد بشرط البخارى ومسلم رجالها أنفسهم والكلام فى هذا طويل ذكرناه فى مقدمة شرح سفر السعادة.

فصل (۱۴):

الاحاديث الصحيحة لم تنحصر فى صحيحى البخارى ومسلم ولم يستوعبا الصحاح، كلها بل هما منحصران فى الصحاح والصحاح التى عندهما وعلى شرطهما أيضا لم يورداها فى كتابيهما فضلا عما عند غير هما۔

قال البخارى ما أوردت فى كتابى هذا إلا ما صح ولقد تركت كثيرا من الصحاح۔

وقال مسلم الذى أوردت فى هذا الكتاب من الاحاديث صحيح ولا أقول إن ما تركت ضعيف۔

ولا بد أن يكون فى هذا الترك و الإتيان وجه تخصيص الإيراد والترك إما من جهة الصحة أو من جهة مقاصد أخر۔

والحاكم ابو عبدالله النيسابورى صنف كتابا سماه المستدرك بمعنى أن ما تركه البخارى ومسلم من الصحاح أورده فى هذا الكتاب و تلافى واستدرك بعضها على شرط الشيخين وبعضها على شرط أحدهما وبعضها على غير شرطهما وقال إن البخارى ومسلمًا لم يحكما بأنه ليس أحاديث صحيحة غير ما خرجاه فى هذين الكتابين وقال: قد حَدَث فى عصرنا هذا فرقة من المبتدعة أطالوا ألسنتهم بالطعن على أئمة الدين بأن مجموع ما صح عندكم من الأحاديث لم يبلغ زُهاء عشرة الاف۔

ونقل عن البخارى أنه قال حفظت من الصحاح مائة ألف حديث ومن غير الصحاح مائتى الف والظاهر والله اعلم أنه يريد الصحيح على شرطه۔

ومبلـغ مـا أورد فـى هـذا الكتاب مع التكرار سبعة آلاف ومائتان وخمس وسبعون حديثا وبعد حذف التكرار أربعة آلاف۔

ولـقد صنف الآخرون من الائمة صحاحا مثل صحيح ابن خزيمة الـذي يقال له إمام الأئمة وهو شيخ ابن حبان وقال ابن حبان فى مدحه مـا رأيـت عـلـى وجـه الأرض أحـدا أحسن فى صناعة السنن وأحفظ للاحاديث ❶ الصحيحة منه كأن السنن والأحاديث كلها نصب عينه۔

ومثل صحيح ابن حبان تلميذ ابن خزيمة ثقة ثبت فاضل إمام فهام قـال الحاكم كان ابن حبان من أوعية العلم واللغة ❷ والوعظ وكان من عقلاء الرجال،

ومثـل صـحيـح الـحـاكـم أبـى عبدالله النيسابورى الحافظ الثقة الـمسـمـى بـالمستدرك وقد تطرق فى كتابه هٰذا التساهل وأخذوا عليه وقالوا ابن خزيمة وابن حبان أمكن وأقوى من الحاكم وأحسن وألطف فى الأسانيد والمتون۔

ومثـل الـمـختـارة للحافظ ضياء الدين المقدسى وهو أيضا خرج صحاحا ليست فى الصحيحين وقالوا كتابه أحسن من المستدرك ومثل صحيح ابن عوانة وابن السكن والمنتقى لابن الجارود۔

وهـذه الكتب كلها مختصة بالصحاح ولكن جماعة انتقدوا عليها تعصبا أو انصافا وفوق كل ذى علم عليم والله أعلم.

فصل (۱۳):

الكتب الستة المشهورة المقررة فى الإسلام التى يقال لها الصحاح

❶ وفى نسخة: للألفاظ.

❷ وفى نسخة إضافة: والحديث.

الست هی صحیح البخاری وصحیح مسلم والجامع للترمذی والسنن لأبی داوٗد والنسائی وسنن ابن ماجه وعند البعض الموطا بدل ابن ماجه وصاحب جامع الأصول اختار المؤطا۔

وفی هذه الكتب الأربعة أقسام من الأحاديث من الصحاح والحسان والضعاف وتسميتها بالصحاح الست بطريق التغليب۔

وسمی صاحب المصابيح أحاديث غير الشيخين بالحسان وهو قريب من هذا الوجه قريب من المعنى اللغوی أو هو اصطلاح جديد منه ۔

وقال بعضهم كتاب الدارمی أحری وأليق بجعله سادس الكتب لأن رجاله أقل ضعفا ووجود الأحاديث المنكرة والشاذة فيه نادر وله اسانيد عالية وثلاثيات أكثر من ثلاثيات البخاری۔

وهذه المذكورات من الكتب أشهر الكتب وغيرها من الكتب كثيرة شهيرة۔

ولقد أورد السيوطي في كتاب جمع الجوامع من كتب كثيرة يتجاوز خمسين مشتملة على الصحاح والحسان والضعاف و قال ما أوردت فيها حديثا موسوما بالوضع اتفق المحدثون على تركه ورده والله اعلم .

وذكر صاحب المشكوٰة فی ديباجة كتابه جماعة من الأئمة المتقنين وهم البخاری ومسلم والإمام مالك والإمام الشافعی والإمام أحمد بن حنبل والترمذی وابوداود والنسائی وابن ماجه والدارمی والدارقطنی والبيهقی ورزين وأجمل فی ذكر غيرهم وكتبنا أحوالهم فی كتاب مفرد مسمی بالإكمال بذكر أسماء الرجال۔

ومن الله التوفيق وهو المستعان فى المبدأ والمآل .

فَقُلْتُ هٰذِهِ الْمُقَدِّمَةُ لِلشَّيْخِ الْمُحَدِّثِ الدَّهْلَوِيِّ مِنَ الْاَصْلِ الْمَطْبُوْعِ فِى الْمَطْبَعِ الْاَحْمَدِىْ فِى الدِّهْلِىِّ عَاصِمَةَ الْهِنْدِ وَهُوَ اَوَّل طَبْع نُشِرَت عَلٰى وَجْهِ اَلْبَسِيْطِ فِى ذِى الْقَعْدَةِ ١٢٦٨ هـ مِنَ الْهِجْرَةِ النَّبْوِيَّةِ عَلٰى صَاحِبِهَا اَلفُ اَلْفِ سَلَامٍ وَرِضْوَانٌ وَصَلٰوةٌ وَتَحِيَّةٌ .

تمہید [1]

وجہ تالیف:

یہ مقدمہ علم اصول حدیث کی ان چند اصطلاحات کے ذکر وبیان میں ہے جو احادیث (مشکوۃ المصابیح) کی شرح ووضاحت کے لیے بغیر طوالت وزیادتی کے کافی ہیں۔

تعریف حدیث:

(اے مخاطب) معلوم رہے کہ جمہور محدثین کی اصطلاح میں جناب رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل وتقریر کو حدیث کہتے ہیں۔

حدیث تقریری:

اور تقریر سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص نے نبی ﷺ کے سامنے کوئی کام کیا ہو، یا آپ ﷺ کے سامنے کچھ کہا اور آپ نے نہ اس پر انکار فرمایا اور نہ اس کے کرنے سے روکا بلکہ سکوت فرمایا اور اس کو برقرار رکھا۔

تشریح:

مطلب یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ طیبہ میں کسی نے کوئی کام کیا یا زبان سے کچھ کہا اور نبی علیہ السلام کو اس کی خبر اور اطلاع ہوئی اور اطلاع پانے پر آپ نے اس پر رد اور انکار نہیں فرمایا بلکہ سکوت فرمایا تو آپ ﷺ کا سکوت فرمانا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ فعل یا قول صحیح اور وہ امر جائز ہے۔ اس لیے کہ اگر عند الشرع صحیح یا جائز نہ ہوتا تو نبی ﷺ ضرور اس پر انکار فرماتے اور اس کا رد کرتے جو حضور علیہ السلام کے منصب نبوت کے لائق تھا۔

[1] ترجمہ میں عام طور پر درسی زبان استعمال کی گئی ہے۔

اِطلاق حدیث:

اور حدیث کا اطلاق جس طرح رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل اور تقریر پر ہوتا ہے اسی طرح صحابی کے قول و فعل و تقریر اور تابعی کے قول و فعل و تقریر پر بھی ہوتا ہے۔

حدیث مرفوع:

وہ قول یا فعل یا تقریر جو رسول اللہ ﷺ پر منتہی ہو اس کو حدیث مرفوع کہا جاتا ہے۔

حدیث موقوف مع امثلہ:

اور جو قول، فعل، تقریر صحابی تک پہنچتی ہو اس کو حدیث موقوف کہا جاتا ہے۔

حدیث موقوف کی مثال ایسی ہے، جیسے کہ کہا جائے: قَالَ اَوْ فَعَلَ اَوْ قَرَّرَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما یعنی کہا یا کیا یا برقرار اور ثابت رکھا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

یا کہا جائے: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَوْقُوْفًا یعنی یہ روایت موقوفاً منقول ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے۔ یا کہا جائے: مَوْقُوْفٌ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ کہ اس حدیث کی روایت موقوف ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما پر۔

حدیث مقطوع:

اور وہ قول و فعل و تقریر جو تابعی تک پہنچتی ہو اس کو حدیث مقطوع کہا جاتا ہے۔

حدیث اور اثر:

بعض محدثین حدیث خاص اسی کو کہتے ہیں جو مرفوع ہو یا موقوف ہو۔ کیونکہ حدیث مقطوع کو اثـر کہا جاتا ہے اور کبھی اثـر کا لفظ حدیث مرفوع پر بھی بولا جاتا ہے۔ جیسے کہ ادعیہ ماثورہ ان دعاؤں کو کہا جاتا ہے جو جناب رسول اللہ ﷺ سے مرفوعاً منقول ہیں۔

چنانچہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اپنی ایک کتاب کا نام جس میں احادیث نبویہ اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم یعنی مرفوع اور موقوف دونوں طرح کی حدیثیں مذکور ہیں ”شـرح معـانـی الآثار“ رکھا ہے۔

اور امام سخاوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ محدث طبری رحمہ اللہ کی ایک کتاب ہے جس کا نام

"تھذیب الآثار" ہے باوجودیکہ وہ کتاب صرف مرفوع احادیث کے ساتھ مخصوص ہے اور جو موقوف حدیثیں اس کتاب میں لائے ہیں وہ تبعیت اور طفیلیت کے طریقہ پر اس کتاب میں ذکر کی گئی ہیں۔

حدیث اور خبر:

لفظ خبر و حدیث کے اصطلاح مشہور میں ایک ہی معنی ہیں، یعنی یہ دونوں لفظ ہم معنی اور مرادف ہیں لیکن بعض محدثین (خبر اور حدیث میں فرق کرتے ہیں) اور حدیث کو ان امور کے ساتھ خاص کرتے ہیں جو جناب رسول اللہ (ﷺ) اور صحابہ اور تابعین (رضی اللہ عنہم) سے مروی و منقول ہیں اور خبر کو ان تاریخی امور کے ساتھ خاص کرتے ہیں جو حکام و فرمانروا لوگوں اور گزشتہ زمانے کے حالات و واقعات کی بابت منقول ہوں۔

محدّث اور اَخباری:

اسی لیے محدثین اس شخص کو جو کہ احادیث رسول اللہ ﷺ کی تعلیمی خدمت میں مصروف و مشغول ہو محدّث کہتے ہیں اور جو تواریخ و محاضرات سے شغل رکھے اس کو اَخباری کہتے ہیں۔

رفع صریحی اور حکمی:

(حدیث مرفوع کا رفع) یعنی وہ نسبت جس میں انتہائے سند جناب رسول اللہ ﷺ پر ہو کبھی صریحی ہوتا ہے اور کبھی حکمی۔

حدیث قولی اور رفع صریحی:

رفع صریحی حدیث قولی میں ایسے ہے جیسے کسی صحابی کا کہنا: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ كَذَا، یعنی میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایسا فرماتے تھے۔ یا میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا فرماتے سنا یا جیسے کسی صحابی یا غیر صحابی (یعنی تابعی یا تبع تابعی یا اور کسی راوی کا) کہنا: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ یا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهٗ قَالَ كَذَا، یعنی رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے ایسا فرمایا۔

حدیث فعلی اور رفع صریحی:

حدیث فعلی میں رفع صریحی ایسے ہے جیسے صحابی کا کہنا: رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَعَلَ کَذَا، یعنی میں نے نبی ﷺ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا۔ یا عَن رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَنَّہٗ فَعَلَ کَذَا، یعنی نبی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے ایسا کیا۔ یا عن الصحابی أو غیرہ مرفوعًا، یعنی کسی صحابی یا غیر صحابی سے نبی ﷺ کا یہ فعل بطریق مرفوع نقل وروایت کیا گیا ہے۔ یا رَفَعَہٗ أنہ فعل کذا، یعنی کوئی صحابی یا غیر صحابی اس حدیث کو بطریق رفع بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ایسا کیا۔

حدیث تقریری اور رفع صریحی:

حدیث تقریری میں رفع صریحی ایسے ہے جیسے کوئی صحابی یا غیر صحابی کہیں کہ فلاں شخص نے یا کسی شخص نے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے سامنے ایسا کیا اور نبی علیہ السلام کا اس پر انکار اور رد ذکر نہ کریں۔

رفع حکمی مع امثلہ:

رفع حکمی کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی صحابی کسی ایسے واقعہ کی خبر دیں اور کوئی ایسی بات کہیں جو نہ تو کتب قدیمہ کے حوالہ سے ہو اور نہ اس میں صحابی کے اجتہاد ورائے (اور عقل دفقہ) کو دخل ہو۔ مثلاً زمانہ گزشتہ کے احوال اور انبیاء علیہم السلام کے حالات کی خبر دیں۔ یا پیش آنے والے واقعات یعنی جنگ اور مصائب وشر وغیرہ کا ذکر کریں اور قیامت کی خوفناک باتیں بتائیں۔ یا کسی فعل پر مخصوص ثواب کے ملنے اور کسی فعل پر مخصوص عذاب کے ملنے کی خبر دیں۔ تو ان سب چیزوں کی اطلاع دینا صرف نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے سننے پر موقوف ومبنی ہے۔ مگر چونکہ صراحۃً نبی علیہ السلام کی طرف ان باتوں کی نسبت نہیں کی گئی، اس لیے ان روایات و منقولات کا رفع حکمی ہے اور یہ اخبار و روایات حکماً مرفوع ہیں۔

یا صحابی کوئی ایسا کام کریں جس میں اجتہاد کو دخل نہ ہو یہ بھی حکماً رفع ہے۔

یا صحابی اس امر کی خبر دیں کہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں ایسا کرتے تھے تو صحابی کا یہ کہنا بھی رفع حکمی ہے۔ کیونکہ اس سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ جب لوگ نبی علیہ السلام

کے زمانہ پاک میں ایسا کرتے تھے تو نبی علیہ السلام کو اس کی اطلاع اور خبر ہوگی اور وحی کا نزول بھی اس کے متعلق ہوگا۔

یا صحابی یہ کہیں کہ صحابہ کہا کرتے تھے: "مِنَ السُّنَّةِ كَذَا" کہ یہ بات سنت کے قبیل سے ہے اور از قبیل سنت ہے۔ کیونکہ جب یہ کہا کہ "مِنَ السُّنَّةِ كَذَا" تو اس سے ظاہر یہ ہے کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت مراد ہے۔

سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم:

اور بعض مشائخ یہ کہتے ہیں کہ "وَمِنَ السُّنَّةِ كَذَا" کہنے سے نبی علیہ السلام کی سنت ہی کی تخصیص وتعیین نہیں ہوتی۔ بلکہ اس میں سنت صحابہ اور سنت خلفائے راشدین کا بھی احتمال رہتا ہے، تاوقتیکہ دوسرے قرائن سے اس فعل مخصوص کے سنت نبویہ ہونے کی بالصراحت تائید نہ ہو، کیونکہ سنت کا اطلاق جس طرح سنت نبوی پر آتا ہے اسی طرح سنت صحابہ اور سنت خلفائے راشدین پر بھی آتا ہے۔

ذِکرِ سَنَد

طریقِ حدیث کو سند کہتے ہیں۔

طریق کے معنی ہیں راستہ، اور راستہ پہنچانے والا ہوتا ہے مقصود حسی کی طرف۔ اور حدیث یا قول ہے یا فعل ہے یا تقریر ہے یعنی معنوی چیز ہے۔ اس لیے اس لفظ کو استعارۃً مطلوب معنوی پہنچانے والے کے لیے استعمال کیا۔

اور طریق وہ افراد و رجال اور ناقلین و رُواۃ ہیں جو حدیث کو روایت اور نقل کرتے اور ذکر و بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ رجال حدیث واسطہ اور درمیانی راستہ ہیں منزل مقصود یعنی نبی علیہ السلام کے افعال واقوال وتقاریر تک پہنچانے کا۔

اور اِسناد کے بھی یہی معنی ہیں لیکن کبھی اِسناد کا لفظ سند کے ذکر کرنے اور طریق متن کے نقل کرنے میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

ذِکرِ متن:

اور متن اس کو کہتے ہیں جس پر اسناد منتہی ہوتا ہو، یعنی متن وہ نظم وعبارت اور تعبیر وعنوان ہے۔ خواہ قول ہو یا فعل ہو یا تقریر ہو کہ جس پر سند کا سلسلہ پہنچ کر ختم ہو جاتا ہو۔

اتصال اور حدیث متصل:

پس اگر درمیان (رُواۃ وناقلین اور سلسلہ سند) سے کوئی راوی ساقط نہیں ہوا تو اس حدیث کو متصل کہتے ہیں اور اس عدم سقوط کو یعنی راوی کے ساقط نہ ہونے کو اتصال کہتے ہیں۔

انقطاع اور حدیث منقطع:

اور اگر درمیان سے کوئی ایک راوی یا اکثر اور چند راوی ساقط ہو جائیں تو اس حدیث کو منقطع کہتے ہیں اور راوی کے اس سقوط کو انقطاع کہتے ہیں۔

غرضیکہ حدیث کی ذِکر راوی وعدم ذِکر راوی کے اعتبار سے دو قسمیں ہوئیں، متصل اور منقطع۔ اگر سلسلہ سند میں سے کوئی راوی بھی ساقط نہ ہو تو حدیث متصل۔ اور اگر کوئی راوی ساقط ہو جائے، خواہ ایک راوی ہو یا ایک سے زائد تو وہ حدیث منقطع ہے۔

تعلیق اور حدیث معلّق:

پھر سقوط راوی اور عدم ذکر راوی یا تو اول سند سے ہوگا، بایں طور کہ سلسلۂ سند میں اول سند سے راوی ساقط ہو تو جس حدیث میں ایسا ہو وہ حدیث معلّق کہلائے گی اور اس اسقاط اور عدم ذکر راوی کو تعلیق کہتے ہیں۔

حدیث معلّق میں جو راوی ساقط ہوتا ہے وہ کبھی ایک ہوتا ہے اور کبھی ایک سے زیادہ اور کبھی تمام سند ہی حذف کر دی جاتی ہے۔ جیسا کہ مصنّفین کتب کی عادت ہے کہ بدون ذکر سند کے کہہ دیا کرتے ہیں: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ۔ چنانچہ مشکوٰۃ المصابیح، جمع الفوائد وغیرہ حدیث کی ایسی کتابیں ہیں جن میں احادیث بغیر ذکر سند کے تعلیقاً روایت کی گئی ہیں۔

تعلیقات امام بخاری رحمہ اللہ:

صحیح بخاری کے تراجم وعنوانات میں تعلیقات یعنی وہ احادیث جو بدون ذکر راوی کے ہیں بہت زیادہ ہیں۔

حکم تعلیقات بخاری رحمہ اللہ:

لیکن یہ سب تعلیقات اتصال کے حکم میں ہیں۔ یعنی اگرچہ وہ احادیث بدون ذکر سند کے لائی گئی ہیں لیکن مرتبہ میں ان احادیث کے برابر ہیں جن کی سند تمام مذکور ہو۔

اس لیے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں یہ التزام کیا ہے کہ جو حدیث بھی صحیح بخاری میں لائیں وہ صحیح ہو۔ اس التزام صحت کی بنا پر یہ کہنا صحیح ہے کہ تعلیقات بخاری حکماً متصل ہیں لیکن یہ تعلیقات گو حکماً متصل ہیں مگر خود امام بخاری رحمہ اللہ کی احادیث مسندہ کے مرتبہ میں نہیں ہیں۔ سوائے ان تعلیقات کے جن کو بطریق مسند امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں دوسرے موقع پر ذکر کیا ہو۔

اور کبھی تعلیقات بخاری میں فرق کیا جاتا ہے بایں طور کہ جس تعلیق کو امام بخاری صیغۂ جزم اور صیغۂ معلوم سے ذکر کریں جیسے امام بخاری رحمہ اللہ کا کہنا: "قَالَ فُلَانٌ" یا "ذَکَرَ فُلَانٌ" تو یہ دلالت ہے اس بات کی کہ امام بخاری کے نزدیک اس کی سند ثابت ہے۔ لہٰذا یہ تعلیق قطعاً صحیح ہوگی اور جس تعلیق کو امام بخاری صیغہ تمریض اور صیغہ مجہول کے ساتھ ذکر کریں جیسے کہ قِیْلَ یا یُقَالُ یا ذُکِرَ کے صیغے کے ساتھ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کو اس کی صحت میں کلام ہے۔ لیکن جب وہ اس کو اپنی کتاب میں لائے ہیں تو ضرور اس کے لیے کوئی اصل ثابت اور محقق ہے۔ اسی بنا پر جمہور مشائخ حدیث کا قول ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی تعلیقات متصل بھی ہیں اور صحیح بھی۔

اِرسال اور حدیث مُرسَل:

اگر سقوط آخر سند میں ہے تو اگر راوی کا یہ سقوط تابعی کے بعد کے راوی کا ہے تو ایسی حدیث مرسل ہے اور یہ فعل اِرسال کہلاتا ہے۔ جیسے تابعی کا کہنا: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ، یعنی تابعی مابعد کے راوی کا ذکر کیے بغیر، کسی امر کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کریں۔

نسبت درمیان مرسَل و منقطع:

اور مرسل کبھی کبھی اصطلاح محدثین میں منقطع کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اس بنا پر مرسل و منقطع میں ترادف ہوگا۔ اور نسبت ان دونوں میں تساوی کی ہوگی۔ ورنہ تو مرسل اس تعریف کی بنا پر ہے منقطع کے مبائن جس کی تعریف سابق میں گزری۔ کیونکہ منقطع وہ حدیث ہے جس کے درمیان میں سے ایک یا چند راوی ساقط ہو جائیں اور مرسل وہ حدیث ہے جس کے آخر سند میں سے تابعی کے بعد کا راوی محذوف و ساقط ہو۔ لیکن پہلی اصطلاح کہ مرسل و منقطع میں فرق ہے ترادف نہیں ہے، زیادہ مشہور ہے۔

حکم حدیث مرسل:

حدیث مرسل کا حکم جمہور مشائخ حدیث کے نزدیک یہ ہے کہ اس پر توقف کیا جائے گا۔ اس لیے کہ یہ امر معلوم نہیں ہے کہ جس راوی کو ساقط کیا ہے وہ ثقہ اور مستند و معتمد علیہ بھی

ہے یا نہیں۔ اور یہ اس لیے کہ احتمال یہ ہے ایک تابعی کبھی دوسرے تابعی سے بھی روایت کرتے ہیں جیسے تابعی صغیر تابعی کبیر سے روایت کریں۔ اور تابعین میں ثقات و غیر ثقات سب طرح کے راوی ہیں۔ یہ تو تھا جمہور کا مسلک۔

حدیث مرسل اور امام ابوحنیفہ و امام مالک رحمہما اللہ کی رائے:

امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کا مسلک یہ ہے کہ حدیث مرسل مطلقاً ہر حالت میں مقبول ہے اور یہ دونوں حضرات اس کی مقبولیت کی دلیل میں یہ بیان کرتے ہیں کہ تابعی کے ارسالِ حدیث کی وجہ یہ ہے کہ اس کو پورا یقین اور بھروسہ ہے، یعنی تابعی نے جو اس حدیث کو مرسلاً بیان کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو کامل وثوق اور پورا اعتماد ہے کیونکہ اگر اس کو اعتماد نہ ہوتا تو اس حدیث کو بیان ہی نہ کرتا یا اس راوی کو ساقط نہ کرتا۔ اس لیے کہ گفتگو اس تابعی کے اندر ہے جو ثقہ ہے اور جب کہ وہ خود ثقہ ہے تو اس کا ارسال کرنا بھی قابل یقین ہے۔ اور یہ بھی یقینی ہے کہ جس راوی کو اس نے ساقط کیا ہے وہ بھی ثقہ ہے، تو اگر یہ اس کے نزدیک صحیح نہ ہوتا تو ہرگز اس حدیث کو ارسال نہ کرتا اور راوی کو ساقط کر کے یہ نہ کہتا کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، یعنی نبی علیہ السلام نے ایسا فرمایا۔

حدیث مرسل کی نسبت امام شافعی رحمہ اللہ کی رائے:

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اگر ایک حدیث مرسل کی تائید و تقویت کسی دوسرے طریق سے اور دوسری حدیث کے ذریعے سے ہوگئی ہو، خواہ وہ حدیث مؤیَّد (بصیغہ مفعول، یعنی جس سے تائید کی جا رہی ہے) خود بھی مرسل ہی ہو۔ یا مسند ہو اگرچہ مسند ضعیف ہی ہو تو ایسی حدیث مرسل قبول کی جائے گی اور ان کے نزدیک مقبول ہوگی۔

حدیث مرسل اور امام احمد رحمہ اللہ کے دو قول:

امام احمد رحمہ اللہ کے حدیث مرسل کے بارے میں دو قول ہیں۔ ایک توقف و مقبولیت کا اور دوسرا عدم توقف و غیر مقبولیت کا۔ اور یہ (سابقہ) تفصیل اس وقت ہے جبکہ یہ بات معلوم ہو چکی ہو کہ اس تابعی کی عادت یہ ہے کہ حدیث کو اس وقت مرسلاً بیان کرتے ہیں اور اپنے

بعد کے راوی کو اس وقت ساقط کیا کرتے ہیں جبکہ وہ راوی ثقات میں سے ہو اور اگر اس تابعی کی عادت یہ ہو کہ ثقات اور غیر ثقات دونوں قسم کے راویوں سے حدیث کو مرسلاً بیان کر دیتے ہیں تو اس حدیث مرسل کا حکم باتفاق جمیع مشائخ حدیث توقف اور عدم قبولیت ہے (ایسا ہی محدثین کی طرف سے کہا گیا اور کتب فن میں مذکور ہے)۔

حدیث مرسل کے بارے میں اس سے زائد اور بھی تفصیل ہے جس کو کتاب فتح المغیث شرح الفیة الحدیث میں علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔

حدیث معضل:

اگر سقوط درمیان سند سے ہو اور ساقط پے در پے اور یکے بعد دیگرے دو ہیں تو اس حدیث کو معضل کہتے ہیں۔ (ضاد کے فتحہ کے ساتھ)

حدیث منقطع:

اگر ساقط ایک ہو یا ایک سے زائد ہو مگر پے در پے نہ ہو اور ایک جگہ نہ ہو تو اس حدیث کو منقطع کہتے ہیں۔

اِطلاقات حدیث منقطع:

اس تعریف کی بنا پر منقطع غیر متصل کی قسم ہوگی، لیکن کبھی کبھی منقطع کا اطلاق غیر متصل پر بھی ہوتا ہے جس کی بنا پر منقطع غیر متصل کی تمام اقسام کو شامل ہو جاتا ہے۔ گویا اس لحاظ سے منقطع عام اور مقسم کے درجہ میں ہوتا ہے۔ غرضیکہ پہلی اصطلاح کے موافق منقطع غیر متصل کی اقسام میں سے ایک قسم ہوئی۔ اور دوسری اصطلاح کے مطابق منقطع غیر متصل کا مرادف ہوا۔ اور غیر متصل کی طرح مقسم کے درجہ میں ہو کر غیر متصل کی جمیع اقسام کو شامل ہوا۔

انقطاع اور سقوط راوی کا پہچاننا، راوی اور مروی عنہ کے عدم ملاقات کی پہچان پر ہے۔ اور دونوں کے درمیان عدم ملاقات اس طرح معلوم ہو سکتی ہے کہ یا تو یہ معلوم ہو جائے کہ راوی اور مروی عنہ کا زمانہ ایک نہیں یا یہ کہ اگر زمانہ ایک ہو تو راوی اور مروی عنہ کا آپس میں اجتماع نہیں ہوا اور راوی نے مروی عنہ سے اخذ و تحمل نہیں کیا۔ اور راوی کو اجازت نہیں ہوئی۔

اور یہ سب باتیں علم تاریخ کے ذریعے سے معلوم ہوتی ہیں جس میں رواۃ وناقلین اور رجال وافراد حدیث کے پیدائش واموات زمانہ تحصیل حدیث اور سفر وغیرہ وغیرہ...... جملہ امور زندگی کے احوال کا بیان اور سوانح حیات وحالات کا تذکرہ ہوتا ہے۔ اسی بنا پر علم تاریخ وفن محاضرات محدثین اور مشائخ حدیث کے نزدیک ایک بہت زبردست بنیادی چیز ہے اور ایک درجے میں علم حدیث کا علم تاریخ ومحاضرات پر دارومدار ہے۔

چونکہ حدیث کی سقوط راوی وعدم سقوط راوی یعنی اتصال روات وعدم اتصال روات کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں: متصل، غیر متصل۔ اور منقطع کے دو اطلاق اور استعمال ہیں اور دونوں میں بین وظاہر فرق ہے۔ اس لیے اس فرق کو ظاہر کرنے کے لیے مؤلف مقدمہ نے یہ تنبیہ فرمائی کہ ایک بمعنی غیر متصل ہے جس کی بنا پر منقطع متصل کا قسیم ہوتا ہے اور غیر متصل کے جمیع اقسام کا مقسم بن جاتا ہے اور دوسرے اطلاق کی بنا پر غیر متصل کی ایک قسم بنتا ہے۔

حدیث مدلّس:

حدیث منقطع کی اقسام میں سے ایک قسم مدلّس ہے۔ میم مضموم اور لام مشدد مفتوح کے ساتھ بصیغہ اسم مفعول اور اصطلاح حدیث میں اس کے فعل کو تدلیس اور اس کے فاعل کو مدلِّس کہتے ہیں۔ لام مکسور کے ساتھ بصیغہ اسم فاعل۔

اس کی صورت یہ ہے کہ حدیث کی روایت ونقل کرتے وقت راوی مروی عنہ کا یعنی شاگرد اور محصِّل حدیث اپنے شیخ اور استاد کا جس سے اس نے حدیث سنی ہے کسی وجہ سے نام نہ لے، بلکہ اپنے شیخ سے اوپر کے کسی شخص سے حدیث کی روایت ونقل کرے اور ایسے لفظ کے ساتھ روایت بیان کرے جس سے یہ شبہ ہوتا ہو کہ شاید راوی نے اسی شخص سے سنا ہے اور وہی شخص اس حدیث کا مروی عنہ ہے اور اس کے ایسا کرنے میں جھوٹ کا احتمال بلکہ شائبہ تک بھی نہ پیدا ہوتا ہو جیسے کہ راوی عن فلان یا قال فلان کہے۔

حالانکہ جس سے روایت کر رہا ہے اور جس کے قول کو نقل کر رہا ہے اس سے راوی نے خود نہیں سنا۔ کیونکہ یا تو دونوں کا زمانہ ایک نہیں تھا یا دونوں کا باہمی اجتماع نہیں ہوا جس بنا پر

اس راوی کو مروی عنہ سے روایت ونقل کی اجازت ہوتی۔ کیونکہ اصطلاحی معنی منقول اور لغوی معنی منقول عنہ ہوتے ہیں۔ اور منقول ومنقول عنہ کے درمیان نقل میں مناسبت اگر چہ ادنیٰ ہی درجہ کی ہو ضرور ہونا چاہیے۔ اس لیے یہاں سے حضرت مولف، وجہ مناسبت نقل بیان فرماتے ہیں۔

لغت میں تدلیس کے معنی ہیں: خرید وفروخت میں شے مبیع کے عیب کو چھپانا اور اصطلاح فن حدیث میں تدلیس اسی لغوی معنی سے منقول ہے اور دونوں میں مناسبت پوشیدہ کرنے اور چھپانے کی پائی گئی۔

اور کبھی اس نقل کی توجیہ میں یہ کہا جاتا ہے کہ تدلیس مشتق وماخوذ ہے دلس سے۔ اور دلس کہتے ہیں اختلاط ظلام یعنی اندھیرا چھا جانے کو اور بہت زیادہ اندھیرا ہو جانے کو۔ چونکہ اندھیرے کی وجہ سے اشیاء پوشیدہ اور مخفی ہو جاتی ہیں اور تدلیس میں بھی راوی اپنے شیخ اور استاد کو کسی وجہ سے چھپا دیتا ہے اور جس سے روایت سنی ہے اس کو پوشیدہ رکھتا ہے اس لیے دونوں معنوں میں خفا وپوشیدگی ہوئی اور اس پوشیدگی کی وجہ سے تدلیس کا لفظ خاص اس اصطلاحی معنی میں استعمال کیا گیا۔

شیخ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس شخص سے تدلیس ثابت ہو اس کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی مگر اس وقت کہ جب وہ تحدیث کی تصریح کر دے۔ یعنی مدلِّس کی روایت تاوقتیکہ وہ اصل مروی عنہ کی تصریح نہ کرے مقبول نہیں۔

اجماع بر حرمت تدلیس:

علامہ شمنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تدلیس سب ائمہ کے نزدیک حرام ہے۔ گویا تدلیس کی حرمت پر اجماع ہے۔ حضرت وکیع سے منقول ہے کہ جب تدلیسِ ثوب (کپڑے کے عیب کا چھپانا) بھی جائز نہیں تو حدیث کی تدلیس (راوی کا اپنے شیخ اور استاد کو چھپانا) کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

اور حضرت شعبہ رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد "مدلّس" اور تدلیس کے کرنے والے کی بہت شدت ومبالغہ کے ساتھ مذمت فرمایا کرتے تھے۔

حکم روایت مدلس واختلاف محدثین در قبول وعدم قبول روایت مدلس:

مُدَلِّس کی روایت قبول کرنے میں مشائخ حدیث کا اختلاف ہے۔

محدثین اور فقہاء کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ تدلیس ایک قسم کی جرح ہے اور جس شخص کی نسبت یہ معلوم ہو جائے کہ یہ تدلیس کرتا ہے اس کی روایت بالکل قبول نہ کی جائے اور بعض مشائخ کہتے ہیں کہ مدلّس کی روایت قبول کر لی جائے۔

اور جمہور محدثین کا مسلک یہ ہے کہ جس شخص کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے کہ وہ محض ثقہ راوی سے تدلیس کرتا ہے اس کی تدلیس قبول کی جائے گی، جیسے ابن عیینہ رحمہ اللہ کہ ان کی تدلیس مقبول ہے۔ اور جو شخص ضعیف وغیر ضعیف (قوی) ہر طرح کے راویوں سے تدلیس کرتا ہے اس کی روایت رد کی جائے گی۔ جب تک کہ وہ اپنے سماع کی تصریح نہ کرے۔ اور سَمِعْتُ یا حَدَّثَنَا یا اَخْبَرَنَا کا لفظ نہ کہے، یعنی (سنا میں نے) یا (ہم سے حدیث بیان کی) یا (ہمیں خبر دی) کے الفاظ کی تصریح نہ کرے۔

سبب تدلیس:

کبھی تدلیس کا باعث بعض لوگوں کے لیے کوئی نہ کوئی غرض فاسد ہوتی ہے مثلاً شیخ واستاد کے چھوٹی عمر کے ہونے کی وجہ سے نام لیتے ہوئے شرم آتی ہے۔ یا لوگوں کے درمیان شیخ واستاد کے مشہور نہ ہونے اور لوگوں میں جاہ ومنزلت نہ ہونے کی وجہ سے اپنے مقابلے میں شیخ کا کوئی مرتبہ اور اعزاز لوگوں میں نہیں پاتا۔ اس وجہ سے سماع عن الشیخ کو پوشیدہ کرنا چاہتا ہے۔

توجیہ تدلیس اکابر وسلف:

بعض اکابر سے جو تدلیس کا فعل واقع ہوا ہے اور بعض سلف نے باعتبار تدلیس کے جو روایت کی ہیں وہ اس قسم کی نہیں ہیں، کیونکہ وہ کسی غرض فاسد پر مبنی نہیں۔ بلکہ اس کا منشا یہ ہے کہ ان کو حدیث کی صحت پر یقین اور اعتماد تھا۔ اور جن سے حدیث کی روایت کی ہے اگرچہ باعتبار تدلیس ہے مگر ان کے حالات واحوال کو بوجہ شہرت کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

علامہ شمنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سلف واکابر کے تدلیساً روایت کرنے کی منجملہ اور توجیہات محتملہ کے ایک توجیہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جس نے حدیث کو تدلیساً روایت کیا ہے اس نے اس حدیث کو ثقات ومعتمدین کی ایک جماعت سے بھی سنا ہے اور اس شخص سے بھی سنا ہے جس سے تدلیس کی ہے۔ تو اب حدیث ذکر کر کے ان ثقات راویوں میں سے کسی ایک کا یا سب کا ذکر کرنے سے مستغنی ہوگیا اور ان میں سے کسی کے ذکر کی ضرورت نہیں سمجھی۔ اور حدیث کو تدلیساً بیان کر دیا۔ کیونکہ حدیث کی صحت کا ثبوت اس صورت میں متحقق و موجود ہے اور یہ صورت بالکل ایسی ہی ہے جیسا کہ فعل ارسال میں راوی مرسل (ارسال کرنے والا) حدیث کو مرسلاً بیان کرنے میں اختیار کرتا ہے۔

حدیث مضطرّب:

اگر حدیث کی اسناد یا حدیث کے متن میں رواۃ کی جانب سے اختلاف واقع ہو جائے۔ اور اختلاف ہونے کی صورت یہ ہے کہ راوی (کسی روایت میں) مقدم شے کو مؤخر کر دے یا مؤخر کو مقدم کر دے یا زیادہ کر دے یا کم کر دے۔ یا ایک راوی کے بجائے دوسرا راوی ذکر کر دے۔ یا ایک متن کے بجائے دوسرا متن ذکر کر دے یا اختصار کر دے یا حذف کر دے یا اسی قسم کی کوئی اور دوسری بات کر دے تو ایسی حدیث کو مضطرب کہتے ہیں۔

حکم حدیث مضطرّب:

اگر اس قسم کی حدیث کا غیر مضطرب حدیث کے ساتھ جمع ممکن ہو تو بہتر ورنہ اس مضطرب حدیث کو چھوڑ دیا جائے گا اور اس پر عمل نہ کیا جائے گا۔

حدیث مُدرَج:

اور اگر کسی راوی نے اپنے کلام کو یا کسی غیر کے کلام کو مثلاً کسی صحابی یا تابعی کے کلام کو کسی غرض اور کسی وجہ سے حدیث میں شامل کر کے بیان کر دیا۔ جیسے لفظ حدیث کے لغوی معنی بیان کر دیے۔ یا حدیث کے مطلب ومراد کی تشریح وتوضیح کر دی یا مطلق حدیث کو مقید کر دیا۔ یا ایسی ہی کوئی بات حدیث میں شامل کر کے بیان کر دی تو اس حدیث کو مدرج کہتے ہیں۔

فصل 2

روایت بالمعنیٰ

یہ دوسری فصل ہے، اس میں اس امر سے خبردار کرنا مقصود ہے کہ حدیث کی روایت کرنا (بدون الفاظ کے) صرف معنی کے اعتبار سے بھی جائز ہے یا نہیں۔ چنانچہ تنبیہ کا عنوان قائم کرتے ہیں جس کے معنی ہیں تنبیہ (آگاہی) اور اس مبحث میں حدیث کے بالمعنی روایت کرنے اور صرف معنی کے اعتبار سے نقل کرنے کا بیان ہے۔ حدیث کی روایت ونقل بالمعنی میں علماءِ محدثین کا اختلاف ہے۔

اقوال اربعہ در روایت بالمعنیٰ:

قول اول: اکثر محدثین یہ کہتے ہیں کہ روایت بالمعنی جائز ہے۔ اس شخص کے لیے جو عربیت کا عالم اور عربی کلام کے اسلوب وانداز سے اچھی طرح واقفیت اور اس میں مہارت وملکہ رکھتا ہو۔ اور ترکیب کلام و ترتیب ونسق کی خصوصیتوں سے واقف اور زبان دانی، مخاطبت، محاورات اور بول چال کے مضامین کا جاننے والا ہو۔ اور یہ اس لیے تاکہ حدیث کا مفہوم بیان کرنے میں زیادتی یا کمی کی غلطی نہ کردے۔

عربیت سے مراد خصوصی طور پر علم نحو ہے جس پر زبان کی صحت وخطا موقوف ہوتی ہے اور عموماً عربیت سے وہ تمام علوم عربیہ مراد ہوتے ہیں جن کے بغیر عربی زبان حاصل نہیں ہوسکتی، جیسے علم صرف، علم اشتقاق، علم لغت، ادب، معانی بیان وبدیع، تاریخ ومحاضرات وغیرہ وغیرہ۔

قول ثانی: بعض مشائخ نے یہ کہا ہے کہ روایت بالمعنی مفرد الفاظ اور مفرد کلام میں جائز ہے۔ مرکب الفاظ اور مرکب کلمات یا کلام وعبارت میں جائز نہیں۔

مرکب سے مراد یہاں مرکب ناقص اور مرکب تام دونوں ہیں، یعنی مرکب اضافی ومرکب توصیفی وغیرہ مرکبات ناقصہ بھی اور جملہ وکلام مرکب اسنادی ومرکب تام بھی۔

قول ثالث: ایک قول یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس شخص کو الفاظ یاد ہوں اور کلمات حدیث اس کی یاد میں محفوظ ہوں اس کے لیے روایت بالمعنی جائز ہے کیونکہ وہ شخص ان میں تصرف کرنے اور سمجھنے سمجھانے پر قدرت رکھتا ہے، یعنی ان کے معانی اور مفہوم ومراد پر بخوبی اطلاع رکھتا ہے۔ زیادتی یا نقصان ادائے مضمون میں نہیں کرسکتا۔ یا یہ کہ ایسا شخص الفاظ کے معانی میں تصرف کرنے پر قدرت نہیں رکھتا۔ کیونکہ اس شخص کو جب الفاظ یاد ہیں تو ان سے معانی ومفاہیم اور مقاصد ومطالب کا بہت عمدہ طریقے سے استخراج واستنباط کرنے پر قادر ہے۔

قول رابع: اس بارے میں ایک قول یہ کہا گیا ہے کہ روایت بالمعنی اس شخص کے لیے جائز ہے جس کو حدیث کے معانی محفوظ ہوں اور یاد ہوں اور الفاظ یاد نہ ہوں۔ اور یہ جواز اس ضرورت کی وجہ سے ہے جو کہ تحصیل احکام کے لیے داعی ہے۔ کیونکہ حدیث سے احکام ومسائل کے حاصل کرنے کی ضرورت حدیث کے بالمعنی روایت کرنے پر مجبور کرتی ہے لیکن جس شخص کو الفاظ بھی یاد ہوں اس کے لیے جائز نہیں۔ کیونکہ اب بالمعنی روایت کرنے کی کوئی ضرورت داعی اور درپیش نہیں۔

ترجیح روایت باللفظ:

یہ چار اقوال حدیث کی روایت بالمعنٰی کے جواز وعدم جواز میں ہیں۔ لیکن بہرحال روایت بالالفاظ کی اَولویت اور ارجحیت بدوں اس کے کہ الفاظ میں کسی قسم کا تصرف اور تغیر وتبدل کیا جائے، متفق علیہ اور مجمع علیہ ہے بوجہ رسالت مآب ﷺ کے اس ارشاد کے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِىْ فَوَعَاهَا فَاَدَّاهَا كَمَا سَمِعَ الْحَدِيْث ، یعنی حق تعالیٰ دارین میں خوش وخرم، تروتازہ اور سرسبز وشاداب رکھے اس شخص کو جس نے میری بات اور میرے قول کو سنا اور اس کو یاد کر کے اور محفوظ رکھ کر جس طرح سنا تھا بلا کم وکاست اور بغیر تصرف اور بدوں تغیر وتبدل اسی طرح دوسرے تک پہنچا دیا اور ادا کر دیا۔

روایت ونقل بالمعنٰی در صحاح ستہ:

صحاح ستہ اور دوسری کتابوں میں روایت ونقل بالمعنی بکثرت واقع ہے (اور غالبًا یہ

"حدیث نضارت" بھی مؤلف مقدمہ رحمہ اللہ نے بطریق روایت بالمعنی ہی یہاں ذکر کی ہے کیونکہ یہ قطعہ حدیث اس ترتیب کے ساتھ حدیث کی کتب متداولہ مروجہ میں مترجم مقدمہ ہذا (عفی اللہ عنہ) کو نہیں ملا۔ شیخ محدث کی نظر سے شاید اس ترتیب کے ساتھ گزرا ہو اور کسی حدیث کی کتاب میں منقول ہو۔ والعلم عند اللہ

عنعنة اور حدیث معنعن:

اور عـنـعـنة کہتے ہیں: عـن فـلان ، عن فلان کے لفظ سے حدیث کے روایت کرنے کو۔ اور مُـعَنْعَن اس حدیث کو کہتے ہیں جو عـنـعـنة کے طریق پر نقل کی گئی ہے یعنی جس میں عن فلان عن فلان واقع ہو۔

رائے امام مسلم رحمہ اللہ دربارۂ عنعنة:

امام مسلم رحمہ اللہ کے نزدیک عَـنْـعَـنَة کے ساتھ روایت کرنے میں دونوں راویوں کا ہم عصر اور ہم زمانہ ہونا شرط ہے۔ اور صرف معاصرت اور یک زمانی ہی کافی ہے ملاقات یا اخذ شرط نہیں۔ یعنی ایک دوسرے کا آپس میں ملنا اور ایک کا دوسرے سے حدیث لینا بھی معلوم وثابت ہو۔ یہ معلوم ہونا ضروری نہیں بلکہ صرف اتنا معلوم ہو جانا کافی ہے کہ دونوں کا زمانہ ایک تھا۔ اب صرف اتنا معلوم ہو جانے پر اگر ایک کی روایت دوسرے سے ہے وہ روایت امام مسلم رحمہ اللہ کے نزدیک مقبول ہوگی۔ رہ گئی یہ بات کہ یہ امر بھی معلوم ہو جائے کہ ایک کی دوسرے سے ملاقات بھی ہوئی ہے اور ایک نے دوسرے سے حدیث کی اخذ وتحصیل بھی کی ہے یہ معلوم ہونا ضروری نہیں۔

رائے امام بخاری رحمہ اللہ:

امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک ہم عصری اور یک زمانی کے ساتھ باہمی ملاقات بھی شرط ہے۔

رائے غیر شیخین:

اور ان دونوں بخاری ومسلم (شیخین رحمہما اللہ) کے علاوہ اور ائمہ کے نزدیک روایت بالعنعنہ میں معاصرت وملاقات کے ساتھ اخذ وتحمل بھی شرط ہے۔

تردید امام بخاری ودیگر محدثین از امام مسلم:

چونکہ امام مسلم رحمہ اللہ کے نزدیک روایت بالعنعنۃ میں دونوں راویوں کا صرف ہم عصر ہونا کافی ہے، یعنی یہ معلوم ہو جائے کہ دونوں راویوں کا زمانہ ایک ہے اور دونوں ایک زمانہ میں ہوئے اور ایک زمانہ میں گزرے ہیں اور ملاقات شرط نہیں جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ لِقا کی شرط کرتے ہیں اور اخذ وتحمل حدیث بھی شرط نہیں جیسا کہ دوسرے محدثین کہتے ہیں، اسی لیے امام مسلم رحمہ اللہ نے ان دونوں فریق کی بہت سختی کے ساتھ تردید کی ہے اور اس تردید میں بہت مبالغہ کیا ہے۔

حکم عنعنۂ مدلس:

اور مدلس کا عنعنہ (بالکل) مقبول نہیں۔

حدیث مسنَد:

اور ہر وہ حدیث جو مرفوع ہو اور اس کی سند متصل ہو وہ مسند کہلاتی ہے۔ حدیث مسند کی تعریف میں یہی قول مشہور اور عند العلماء معتمد ومعتبر ہے۔

اور بعض علماء نے ہر حدیث متصل کو مسند کہا ہے اگر چہ وہ موقوف یا مقطوع ہو اور بعض نے صرف حدیث مرفوع کو مسند کہا ہے اگر چہ وہ مرسل ہو یا معضل ہو یا منقطع۔

فصل 3

حدیث شاذ و منکر و مُعلَّل

حدیث کی اقسام میں ایک قسم شاذ ہے، ایک منکر اور ایک مُعلَّل۔

تعریف شاذ:

شاذ کے معنی لغت میں وہ شخص جو جماعت سے اکیلا اور تنہا رہ جائے۔

اور اصطلاح محدثین میں شاذ اس حدیث کو کہتے ہیں جو روایت ثقات کے مخالف ہو۔ یعنی وہ روایت جو خلاف ہو اس روایت کے جس کو ثقہ راویوں نے نقل کیا ہو۔

شاذ مردود:

پس اگر حدیث شاذ کے راوی ثقہ اور معتمد علیہ نہیں ہیں تو ایسی حدیث شاذ مردود ہوگی اور اگر اس کے راوی ثقہ اور معتمد لوگ ہیں تو چونکہ یہ حدیث اس روایت کے جس کو دوسرے ثقہ راویوں نے روایت کیا ہے مخالف ہے (اگرچہ اس روایت کے راوی بھی ثقہ ہیں) مگر روایت ثقات کے مخالف ہونے کی وجہ سے ان دونوں میں ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے کا طریقہ اختیار کیا جائے گا۔

طریق ترجیح:

اور وہ طریقہ یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں جس حدیث کے راوی حفظ و یادداشت اور ضبط وصیانت کی زیادتی کے ساتھ موصوف ہوں۔ یا تعداد ثقہ راویوں کی جس حدیث میں زیادہ ہو، ان کا لحاظ کیا جائے گا، اسی طرح اور دوسری وجوہ ترجیح کو دیکھا جائے گا۔ تو جو حدیث راجح ثابت ہوگی اس کو حدیث محفوظ کہا جائے گا اور جو حدیث مرجوح ثابت ہوگی اس کی حدیث شاذ کہیں گے۔

تعریف حدیث منکَر:

منکَر اس حدیث کو کہتے ہیں جس کو ایک ضعیف راوی روایت کرتا ہو، لیکن یہ ضعیف راوی مخالف ہو اس راوی سے کہ یہ ضعیف راوی اس سے اضعف ہے۔ یعنی یہ ضعیف راوی جس راوی کے مخالف ہے اس سے اضعف بھی ہے یعنی ضعف میں بھی اس سے کم درجہ کا ہے غرضیکہ دونوں راوی ہوتے تو ہیں ضعیف، مگر حدیث منکر کا راوی جس حدیث کے مخالف روایت کرتا ہے اس کے راوی سے ضعیف ہوتا ہے۔

منکَر و معروف شاذ و محفوظ:

منکَر کا مقابل معروف ہے۔ حدیث منکَر و معروف دونوں کے راوی ضعیف ہوتے ہیں، لیکن ایک کا راوی دوسرے سے اضعف ہوتا ہے۔ اور حدیث شاذ و محفوظ میں ایک کا راوی دوسرے سے اقویٰ ہوتا ہے اور حدیث شاذ و منکَر مرجوح ہوا کرتی ہیں اور حدیث محفوظ و معروف رَاجح ہوا کرتی ہیں۔

آراء محدثین دربارۂ حدیث شاذ مُنکر:

اور بعض محدثین نے شاذ اور منکر کی تعریفوں میں مخالفت راوی آخر کی قید اور شرط نہیں لگائی اور نہ یہ کہ وہ راوی قوی ہو یا ضعیف، بلکہ یہ تعریف کی ہے کہ شاذ اس حدیث کو کہتے جس کو ثقہ روایت کرے اور اکیلا وتنہا ہی بیان کرے۔ اور اس حدیث کے لیے کوئی اصل اس کے موافق یا اس کے مؤید نہ ہو۔ اور یہ تعریف صادق آتی ہے ثقہ راوی کے منفرد اور صحیح روایت پر۔

اور بعض محدثین نے شاذ کی تعریف میں نہ تو راوی کے ثقہ ہونے کا اعتبار کیا ہے اور نہ مخالفت راوی کا، بلکہ ہر وہ حدیث جس کو وہ شخص روایت کرے جس پر فسق کا یا غفلت کی زیادتی کا یا اغلاط کی کثرت کا طعن واتہام ہو اور ان امور سہ گانہ میں سے اس پر کسی نہ کسی امر کے ساتھ جرح کی گئی ہو، اس کو منکر کہتے ہیں۔

لیکن یہ سب اصطلاحات ہیں اور مصطلحہ امور ہیں، ان میں کسی قسم کا مناقشہ ونزاع اور

جھگڑا کرنا اہل علم درست نہیں رکھتے۔

حدیث مُعَلَّل:

مــعــلَّــل لام کے فتحہ کے ساتھ، حدیث کی وہ اسناد جس میں ایسی پوشیدہ وجوہ اور مخفی اسباب ہوں جو صحت حدیث میں قادح و حارج دخل انداز وخلل پذیر ہوں۔ اور جن پر کـامـل الفن صاحب بصیرت مشائخ حدیث ہی اطلاع پا سکتے ہوں۔ جیسے حدیث موصول میں ارسال کا ہونا۔ یا حدیث مرفوع میں وقف کا ہونا۔ اور ایسے ہی دیگر اسباب ووجوہ مخفیہ۔

وجہ تقلیل و تقصیر عبارت معلّل:

اور کبھی اسناد حدیث میں علت قادحہ بیان کرنے والے کی عبارت (والفاظ بیان و ادائے تعبیر) اپنے دعوے پر دلیل بیان کرنے سے قاصر اور کوتاہ رہتی ہے۔ جیسے صرّاف یعنی سنار اور جوہری درہم ودینار کے پرکھنے میں کھوٹے اور کھرے کی تمیز تو کر لیتے ہیں مگر بعض اوقات کھوٹے اور کھرے ہونے پر وجہ اور دلیل بیان کرنے سے عاجز اور مجبور رہتے ہیں۔ اور کھوٹے کھرے ہونے پر دلیل نہیں قائم کر سکتے اور کھوٹا کھرا ہونا دلیل سے ثابت نہیں کر سکتے۔

مطلب یہ ہے کہ حدیث کی اسناد میں تعلیل ثابت کرنے اور ان امور کے جو صحتِ حدیث میں قادح ہوں، ان کے تلاش کرنے اور بیان کرنے میں مـعـلِّـل (بکسر لام بصیغہ اسم فاعل) کی عبارت کبھی بہت کم ہوتی اور ادائے تعلیل میں قاصر ہوتی ہے۔ گویا ان امورِ قادحہ کی طرف صرف اشارہ کر دیا جاتا ہے جس سے سمجھنے والے کے لیے فتحِ باب ہو جاتا ہے۔

حدیث متابع:

اور اگر ایک راوی نے ایک حدیث نقل کی اور دوسرے راوی نے ایک حدیث اس کے موافق روایت کی تو اس حدیث کو "مـتــابـع" کہتے ہیں۔ باء کے زیر کے ساتھ بصیغۂ اسم فاعل۔ چنانچہ مشائخ حدیث کے اس قول کے کہ (تـابـعـه فلان) یہی معنی ہیں کہ یہ حدیث اس دوسری حدیث کے متابع اور اس کے موافق ومطابق ہے۔

متابعات امام بخاری رحمہ اللہ:

امام بخاری رحمہ اللہ بہت کثرت کے ساتھ اپنی جامع صحیح میں یہ لفظ لائے ہیں کہ "وَيَقُوْلُوْنَ وَلَهٗ مُتَابِعَات" کہ مشائخ کہتے ہیں کہ اس حدیث کے متابعات ہیں یعنی اور دوسری احادیث و روایات اس کے موافق ہیں۔

متابعت کا یہ فعل تقویت اور تائید کا باعث ہوتا ہے۔ جب ایک حدیث ایک راوی نے روایت کی اور ایک حدیث دوسرے راوی نے اس کے موافق روایت کی تو دونوں حدیثوں کی متابعت و موافقت سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث قوی ہے۔

اور یہ ضروری نہیں ہے کہ جو حدیث متابع ہے وہ اصل کے ساتھ (جو حدیث کہ متابَع ہے یعنی جس حدیث کی متابعت میں یہ دوسری حدیث بیان کی گئی ہے) مرتبہ میں مساوی اور برابر ہو۔ بلکہ اصل حدیث سے یہ دوسری حدیث اگرچہ کم بھی ہو تب بھی متابعت کی صلاحیت رکھے گی۔

متابعت کاملہ و ناقصہ:

اور متابعت کبھی نفس راوی اور ذات راوی میں ہوتی ہے اور کبھی ایسے شخص میں ہوتی ہے جو راوی سے اوپر کے درجہ میں ہو۔ لیکن اول قسم کی متابعت دوسری قسم کی متابعت سے تام اور کامل ہوتی ہے۔ اس لیے کہ اسناد کے اول میں کمزوری اور ضعف کا پایا جانا اکثر و اغلب ہے۔

لفظ متابعت مثلہ و نحوہ:

حدیث متابع اگر اصل حدیث کے ساتھ لفظ و معنی دونوں میں موافق ہو تو اس کے اظہار کے لیے مشائخ حدیث کی اصطلاح میں "مِثْلہ" کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور اگر صرف معنی اور مضمون میں موافقت ہو تب لفظ "نَحْوُہٗ" استعمال کرتے ہیں۔

شرط متابعت:

متابعت ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ دونوں حدیثیں جن میں متابعت ہو رہی ہے ایک صحابی سے مروی و منقول ہوں۔

شاھد:

اگر دو صحابیوں سے ہوں تو اس حدیث کو "شاھد" کہتے ہیں جیسا کہ مشائخ حدیث کی اصطلاح میں کہا جاتا ہے: "لَـهُ شَاهِدٌ مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ" کہ اس حدیث کی شاہد (جس کا راوی کوئی دوسرا ہے) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے یعنی راوی دو ہیں اور مضمون متحد ہے۔ یا کہا جاتا ہے۔ "لَـهُ شَوَاهِدُ" کہ اس حدیث کے شواہد ہیں۔ یعنی مختلف راویوں سے اس ایک مضمون کی احادیث مروی ہیں۔ یا کہا جاتا ہے: وَيَشْهَـدُ حَـدِيْـثُ فُلَانٍ، کہ فلاں راوی کی حدیث اس کی شاہد ہے۔

متابعت لفظی و معنوی:

اور بعض مشائخ حدیث یہ تخصیص کرتے ہیں کہ متابعت کہتے ہیں موافقت لفظی کو۔ اور شاہد کہتے ہیں موافقت معنوی کو، خواہ ایک ہی صحابی سے ہو یا دو صحابیوں سے۔

اطلاق شاھد و متابع:

اور کبھی شاھد اور متابع کا استعمال ایک ہی معنی پر ہوتا ہے۔ اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ شـاھد بول کر متـابع اور متـابع بول کر شـاھد مراد لیں اور ایک کو دوسرے کے بجائے استعمال کریں۔

اعتبار:

متابع و شاھد معلوم کرنے کے لیے متون حدیث اور اسانید حدیث میں تفتیش و جستجو کرنے کو اصطلاح محدثین میں اعتبار کہتے ہیں۔

فصل 4

تقسیم حدیث

حدیث کی مختلف اعتبار سے متعدد تقسیمیں اور بہت اقسام بیان کی جاتی ہیں، مگر ابتدائی اور اوّلی تقسیم اور اصلی قسمیں باعتبار صحت وقوت اور عدم صحت وضعف کے تین ہیں۔

وجہِ حصر واقسام اوّلیہ:

کیونکہ یا تو حدیث مِنْ کلِّ الوجہ قوی ہوگی۔ تب تو صحیح۔

یا من کل الوجوہ قوی نہ ہوگی تب ضعیف۔

یا بعض وجوہ سے قوی اور بعض وجوہ سے ضعیف ہوگی۔ تب حسن ہوگی۔

چنانچہ حضرت شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حدیث کی اصل میں تین قسمیں ہیں: صحیح ، حسن ، ضعیف۔

صحیح کا مرتبہ سب سے اعلیٰ ہے اور ضعیف کا مرتبہ ادنیٰ اور حدیث حسن ان دونوں کے درمیانی درجہ کی اور ان دونوں کے بین بین ہے۔

ان ہرسہ اقسام حدیث کے علاوہ باقی اقسام حدیث (یعنی اور مختلف اعتبار سے حدیث کی جتنی قسمیں بھی کی جائیں، ان سے خارج نہیں ہوسکتیں، یعنی ان اقسام ثلاثہ ہی میں داخل ہوں گی۔

تعریف حدیث صحیح:

صحیح کی تعریف یہ ہے کہ: وہ حدیث جو ایسے شخص کی نقل وروایت سے ثابت ہو اور درجۂ ثبوت کو پہنچی ہو جو کہ عادل ہو، تام الضبط اور کامل الضبط ہو۔ اور اس حدیث میں کوئی سبب خفی اور پوشیدہ امر قادح ومانع صحت نہ ہو اور نہ اس حدیث میں کسی قسم کا شذوذ ہو، یعنی وہ حدیث نہ معلّل ہو اور نہ شاذ۔

شرائط صحت حدیث:

اس تعریف سے معلوم ہوا کہ حدیث صحیح کی تعریف میں چار قیود وشرائط ہیں:

اول عدالت۔ دوم تمام وکمال ضبط۔ سوم عدمِ علت۔ چہارم عدمِ شذوذ۔

یعنی دو وجودی شرطیں ہیں اور دو عدمی شرطیں۔

اقسام حدیث

حدیث حسن لذاتہ:

پس اگر یہ صفات اربعہ علی وجہ الکمال والتمام پورے طور پر کسی حدیث میں پائی جائیں تو وہ حدیث صحیح لذاتہ ہوگی۔

حدیث صحیح لغیرہ:

اور اگر یہ صفات پورے طور پر کسی حدیث میں نہ پائی جائیں بلکہ ان صفات میں کسی قسم کی کمی پائی جائے لیکن یہ کمی اور کمزوری ایسی ہو کہ اس کا پورا کرنے والا پایا جائے، بایں طور کہ یہ حدیث اور دوسرے متعدد طریقوں سے منقول ہو تو ایسی حدیث صحیح لغیرہ کہلاتی ہے۔

حدیث حسن لذاتہ:

اور اگر ان صفات میں کمی کا پورا کرنے والا نہ پایا جائے تب حدیث حسن لذاتہ ہوگی۔

حدیث ضعیف:

اور اگر وہ صفات وشرائط جو کہ صحیح میں معتبر ہیں وہ سب کی سب یا ان میں سے بعض موجود نہ ہوں تب حدیث ضعیف ہے۔

حدیث حسن لغیرہ:

اور حدیث ضعیف اگر متعدد طریقوں سے منقول ہو اور اس کے ضعف کا اس صورت سے بدل اور جبر نقصان ہو جاتا ہو تو حدیث حسن لغیرہ ہے۔

مشائخ حدیث کے ظاہر وصریح کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام کی تمام صفات جو

حدیث صحیح کی صحت کے لیے ذکر کی جاتی ہیں۔ حدیث حسن میں تمام کی تمام پائی جانی چاہئیں مگر ناقص طور پر۔ لیکن تحقیق یہ ہے کہ حدیث حسن میں جس کمی اور نقصان کا لحاظ و اعتبار کیا گیا ہے وہ صرف یہ ہے کہ اس کے (راوی کے) ضبط میں خفت، ہلکا پن اور کمزوری ہو۔

اور باقی صفات جو صحیح میں ذکر کیے گئے ہیں وہ سب علٰی حالہا (حدیث حسن میں) موجود ہونے چاہئیں۔

حدیث صحیح کی تعریف میں چار قیود ملحوظ ہیں، عدالت، کمال ضبط، عدم علت، عدم شذوذ۔ حضرت مولف رحمہ اللہ اب چاروں شرطوں کی تعریف اور توضیح و تفصیل بیان فرماتے ہیں:

عدالت:

پہلی شرط حدیث کی صحت کے لیے راوی کا عادل ہونا ہے اور عدالت آدمی کے اندر ایک ایسی کیفیت نفسانی کا ہونا ہے جو آدمی کو تقویٰ و پرہیزگاری و خداترسی کے التزام پر اور مروت و انسانیت اور ادب و اخلاق پر آمادہ و برانگیختہ کرے۔

تقویٰ سے مراد ہے برے افعال سے بچنا۔ جیسے شرک، فسق اور بدعت اور صغیرہ گناہوں سے بچنے میں اختلاف ہے۔ بعض مشائخ صغیرہ سے بچنے کی بھی شرط لگاتے ہیں لیکن مختار محدثین کے نزدیک اور اولیٰ مشائخ حدیث کے نزدیک یہ ہے کہ صغیرہ سے بچنا چونکہ انسان کی طاقت سے باہر ہے اس لیے اس کمزوری کا لحاظ کرتے ہوئے صغیرہ سے بچنا شرط نہیں، البتہ صغیرہ پر اصرار کرنا چونکہ کبیرہ گناہ ہے اس لیے صغیرہ پر اصرار سے بچنا شرط ہے تاکہ کبیرہ نہ ہو جائے۔

عدالت کی تعریف میں مروت کا لفظ آیا ہے۔ حضرت مؤلف اس کی تشریح فرماتے ہیں کہ مروت سے مراد بعض ان فرومائیگیوں اور خرابیوں اور کمزوریوں سے دور رہنا اور بچنا ہے جو کہ ہمت و مردانگی اور جوہر انسانیت و اخلاق و آداب شرافت کے مقتضیٰ کے خلاف ہیں۔ جیسے بعض وہ مباح و جائز امور جو ادنیٰ اور کم درجہ کے ہیں اور ان میں خست پائی جاتی ہے۔ مثلاً بازار میں کھانا پینا یا راستہ میں پیشاب کرنا وغیرہ اور ان جیسے افعال کہ فی حد ذاتہ جائز اور مباح

ودرست ہیں مگر بلند ہمتی، عالی اخلاقی، وسیع النظر فی اور بالاحوصلگی میں ان کا شمار نہیں۔

عدلِ روایت وعدلِ شہادت کے درمیان فرق:

مناسب وضروری ہے کہ معلوم کیا جائے کہ عدلِ روایت (راوی کا عادل ہونا) عام ہے عدل شہادت (شاہد اور گواہ کے عادل ہونے) سے۔ اس لیے کہ عدلِ شہادت مخصوص ہے حُر اور آزاد کے ساتھ۔ اور عدلِ روایت شامل ہے حُر وعبد اور آزاد وغلام دونوں کو۔ مطلب یہ ہے کہ حدیث کی روایت میں عدل وعدالت حر وعبد اور آزاد وغلام دونوں کو مشتمل ہے، بخلاف عدل فی الشہادت کے کہ شاہد اور گواہ صرف وہ عادل ہوسکتا ہے جو کہ حُر اور آزاد ہو۔

تعمیم عدلِ روایت:

جس طرح عدل فی الروایت آزاد وغلام دونوں کو شامل ہے اسی طرح مرد وعورت اور بالغ ونابالغ کو بھی عام اور شامل ہے کہ ان کی بھی کوئی تخصیص اور شرط نہیں۔

توضیحِ ضبط:

ضبط سے مراد سنی ہوئی بات کا یاد رکھنا اور اس کو ضائع ہو جانے سے اور گڑ بڑ ہو جانے سے اور کم زیادہ ہونے سے بچا لینا اور محفوظ رکھنا ہے۔ یعنی اس کو بعینہٖ اور علی حالہ باقی رکھنا کہ اس میں سے کوئی چیز جاتی نہ رہے اور اس میں کچھ گڑ بڑی اور خلل ونقصان نہ آجائے۔ اس طریقہ پر کہ جب چاہے اس کو اپنے ذہن میں متحضر وموجود کر سکے۔ یعنی اس کو اپنی یادداشت میں حاضر کرنے اور حافظہ میں یاد رکھنے پر قادر ومتمکن ہو۔

ضبطِ صدر وضبطِ کتاب:

ضبط کی دو صورتیں ہوتی ہیں: ایک ضبط صدر اور دوسرے ضبطِ کتاب۔

ضبطِ صدر کی صورت یہ ہے کہ دل میں یاد رکھنا اور دماغ میں محفوظ کر لینا۔

اور ضبطِ کتاب کی صورت یہ ہے کہ کتاب کو ادا و بیان کے وقت تک اپنے پاس محفوظ رکھنا کہ کتاب کو دوسرے کو دینے کے وقت تک یا کتاب کی اِملا کرانے اور نقل کرانے کے وقت تک یا اس میں سے ادا و بیان کرنے کے وقت تک اپنے پاس محفوظ رکھے۔

فصل 5

اسبابِ طعن وجرح

جو اسباب و وجوہ عدالت (فی الروایت) میں طعن وجرح پیدا کرتے ہیں پانچ قسم کے ہیں:

اول: کذب، جھوٹ بولنا۔

دوم: اتہام، بالکذب، جھوٹ کے ساتھ منسوب و متہم ہونا۔

سوم: فسق، عملی نافرمانی کرنا۔

چہارم: جہالت، نادانی و نادانستگی۔

پنجم: بدعت، امر دینی میں خلاف شرع نئی بات کا اعتقاد کرنا (اعتقادی نافرمانی)۔

والمراد سے حضرت مؤلف ان پانچوں اسباب طعن کی تفصیل بیان فرماتے ہیں:

(۱) کذب راوی:

کذب راوی سے مراد یہ ہے کہ حدیث نبوی ﷺ میں اس کا کذب ثابت ہوا ہو۔ کسی ایک حدیث میں کذب ثابت ہو چکا ہو، کسی خاص (باب اور مسئلہ کی) حدیث کی تخصیص نہیں۔

یا تو ایسے طریقہ پر کہ (واضع حدیث) حدیث کے بنانے اور گھڑنے والے نے حدیث کے وضع کرنے کا اقرار کیا ہو۔ یا اس کے علاوہ اور قرائن ہوں جن سے حدیث کے موضوع ہونے اور راوی کے واضع و کاذب ہونے کا پتا چلتا ہو۔

حدیث موضوع:

جس شخص پر کذب کا طعن لگایا گیا ہو اس کی حدیث کو موضوع کہتے ہیں۔

اور جس شخص سے حدیث نبوی ﷺ میں قصداً و عمداً کذب ثابت ہو جائے اگرچہ اس کا وقوع و صدور تمام عمر میں ایک ہی مرتبہ ہوا ہو اور وہ شخص اس سے توبہ بھی کر لے تب بھی اس

کی حدیث کبھی قبول نہ کی جائے گی۔ برخلاف جھوٹی گواہی دینے والے کے کہ جب وہ توبہ کر لے اس کی گواہی مقبول ہوگی۔

غرضیکہ اصطلاح مشائخ حدیث میں حدیث موضوع سے ایسی حدیث مراد ہوتی ہے (جو بیان ہوئی)۔

اور یہ مراد نہیں ہے کہ راوی کا کذب ثابت ہو اور یہ کذب خاص اس حدیث کے اندر معلوم ہوا ہو۔ کیونکہ راوی کے کذب کا معاملہ اور راوی کے کذب معلوم ہونے کی بات ظنی اور تخمینی ہے۔

اور حدیث کے وضع وکذب اور افتراء واختلاق یعنی حدیث کے بنانے اور گھڑنے کا حکم لگانا غالب گمان کے اعتبار سے ہے۔ اس لیے کہ اس میں شک کے دور کرنے اور اطمینان کلی حاصل کرنے کی کوئی راہ نہیں۔ چونکہ جھوٹا شخص کبھی کبھی سچ (بھی) بول دیا کرتا ہے جیسا کہ اس کی مثل بھی مشہور ہے: الکذوب قد یصدق۔

جب یہ امر معلوم ہوگیا کہ ثبوت کذب (اور اسی طرح ثبوت صدق) کا مسئلہ قیاسی اور ظنی وتخمینی ہے یعنی وضع وافترا کا حکم لگانا (یا نہ لگانا) ظن غالب کے اعتبار سے ہے۔ قطعِ شک اور حصولِ یقین کو اس میں دخل نہیں، کیونکہ جھوٹا کبھی سچ (اور سچا کبھی جھوٹ) بھی بول دیا کرتا ہے۔ تو اس بنا پر وہ اعتراض بھی جاتا رہتا ہے جو کہ ''حدیث موضوع باقرار واضع'' کی تعریف پر کیا جاتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ واضع اپنے اس اقرارِ وضع میں (اور حدیث کو خود اپنے آپ گھڑنا اور بنانا تسلیم کرنے میں) کاذب ہو۔ اس لیے کہ اس اقرار میں واضع کا صدق ظن غالب کے اعتبار سے ثابت اور معلوم ہوگیا۔ اور گمان غالب یہ ہے کہ واضع نے حدیث کے وضع کرنے کا جو اقرار کیا ہے اس میں سچا ہے کیونکہ اگر ایسا نہ مانا جائے تو قتل کا اقرار کرنے والے کو قتل کے بدلے میں قتل کرنے اور زنا کا اقرار کرنے والے کو اس کی سزا میں رجم کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہ نکل سکے گی۔ اس لیے کہ ان دونوں صورتوں میں بھی تو کہہ سکتے ہیں کہ قاتل وزانی اپنے اقرار میں کاذب اور جھوٹے ہوں۔ یہ مسئلہ چونکہ بہت اہم

ہے اس لیے حضرت مؤلف تنبیہ فرماتے ہیں کہ اس کو خوب اچھی طرح سمجھ لو۔

(۲) تہمت:

عدالت کے اسباب دو وجوہ طعن میں دوسرا طعن و جرح تہمت ہے۔ یعنی راوی کا کذب کے ساتھ متہم و منسوب ہونا۔

اس کی صورت یہ ہے کہ راوی ''کلامِ ناس'' میں یعنی عام گفتگو میں اور لوگوں کے ساتھ بات چیت میں جھوٹا مشہور ہو۔ اور حدیث نبوی ﷺ میں اس کا کذب ثابت نہ ہو۔

اور اس متہم بالکذب اور منسوب بالکذب شخص کے حکم میں اس شخص کی روایت بھی ہے جو اصول دین اور ضروریات دینیہ کے مخالف ہو۔

ایسا ہی (اپنے اصول کے مطابق) مشائخ حدیث نے کہا ہے: ضروریات دین اور اصول دینیہ میں ایسے شخص کی روایت کا یہ حکم اس لیے ہے کہ دین کے اصول ضروریہ دنیا کے امورِ بدیہیہ سے بھی زیادہ اجلی اور روشن ہیں اور جب اس شخص نے ایسے جلی اور روشن امرِ دینی اور اصول شرعی کے مخالف کچھ کہا تو گویا اس نے دنیا کے مشہور واقعات اور بدیہی باتوں کو جھٹلایا اور لوگوں میں عام مشہور بات کی تکذیب کی جس سے اس کا جھوٹ ثابت و معلوم ہوا۔

حدیث متروك:

حدیث کی اس قسم کا نام "متروك" ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے: حدیثه متروك، اور فلان متروك الحديث

اور یہ شخص اگر کلامِ ناس اور عام گفتگو اور بول چال اور دنیا کی باتوں میں کذب سے توبہ کر لے اور اس کی توبہ صحیح ہو، بایں طور کہ پھر اس سے لوگوں کے ساتھ گفتگو میں کذب کا وقوع وصدور نہ ہو اور صدق کی علامات اس سے ظاہر ہوں، تب اس سے حدیث سننا جائز ہے۔

اور جس شخص سے جھوٹ کبھی کبھی صادر ہوا اور کذب اس کے کلام میں علاوہ حدیث نبوی ﷺ کے بہت کم اور نادر الوقوع ہو، گویا کہ نہ ہونے کے برابر ہو تو یہ امر اس شخص کی

حدیث کے موضوع شمار ہونے یا متروک شمار ہونے میں کچھ مؤثر نہیں، اگرچہ کذب ہر حالت میں گناہ ہے۔

(۳) فسق:

عدالت کے اسباب ووجوہ طعن میں سے تیسرا طعن فسق ہے۔ چنانچہ مؤلف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فسق سے مراد فسق عملی یعنی عملی نافرمانی ہے فسق اعتقادی، یعنی اعتقاد اور عقیدہ کی خرابی مراد نہیں۔ اس لیے کہ فسق اعتقادی اصطلاحِ فن میں بدعت میں شمار کیا جاتا ہے اور اکثر بدعت کا اطلاق امور اعتقادیہ پر ہوتا ہے۔ اور یہ بدعت بھی منجملہ اسباب طعن کے ایک مستقل سبب ہے جس کا بیان سبب پنجم میں آنے والا ہے۔

کذب کو علیحدہ بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ کذب فسق میں داخل ہے لیکن مشائخ حدیث نے اپنی اصطلاح میں اس کو ایک جداگانہ اصل اور مستقل سبب قرار دیا ہے کیونکہ صفت کذب سے ساتھ متصف ہو کر مطعون ہونا نہایت سخت اور شدید ترین عیب شمار کیا جاتا ہے۔

(۴) جہالت راوی:

چوتھا طعن عدالت کے اسباب ووجوہ طعن میں سے جہالت راوی یعنی راوی کا مجہول ہونا اور معلوم نہ ہونا ہے۔ اور یہ بھی حدیث کے بیان کرنے میں مطعون ہونے کا ایک سبب ہے۔

کیونکہ جب تک راوی کا اسم اور اس کی شخصیت معلوم نہ ہو تو اس کا حال معلوم نہیں ہوسکتا اور نہ یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ وہ راوی ثقہ ہے یا ثقہ نہیں اور قابل اعتماد ہے یا نہیں۔ جیسے استاد شاگرد سے کہے: حَدَّثَنِي رَجُلٌ، یا کہے: أَخْبَرَنِي شَيْخٌ، اور سننے والے کو یہ معلوم نہیں کہ وہ رجل یا شیخ جس کی طرف قائل نے تحدیث و إخبار کی نسبت کی ہے کون ہے اور جب اس کی ذات اور اسم معلوم نہیں تو اس کی صفت اور سیرت و شخصیت کیسے معلوم ہوسکتی ہے!؟

حدیث مبہم:

اس (مذکورہ) قسم کی حدیث کو مبہم کہتے ہیں اور حدیث مبہم غیر مقبول ہوتی ہے، اس سے احتجاج واستدلال نہیں کیا جاتا۔

مبہم صحابی:

ہاں اگر اس کا راوی صحابی ہو تو چونکہ یہ ایک قاعدہ کلیہ اور مسلمہ اصول ہے کہ اَلصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عَدُوْلٌ، صحابہ سب کے سب عادل ہیں، اس لیے صحابی کی حدیث مبہم مقبول ہوگی یعنی اگر صحابی کہیں کہ حَدَّثَنِیْ یا اَخْبَرَنِیْ رَجُلٌ او شیخٌ، وغیرہ تو بوجہ اس اصل کلی کے یہ روایت مقبول ہوگی۔

حدیث مبہم بالفاظ تعدیل:

اگر کسی غیر صحابی نے الفاظِ تعدیل کے ساتھ حدیث مبہم بیان کی، مثلاً یوں کہا: اَخْبَرَنِیْ عَدْلٌ یا حَدَّثَنِیْ ثِقَةٌ، تو اس قسم کی حدیث میں اختلاف ہے۔ اصح یہ ہے کہ اس قسم کی حدیث بھی مقبول نہ ہوگی اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ شخص مروی عنہ اس راوی کے اعتقاد وخیال میں عادل اور ثقہ ہو۔ حقیقت کے اعتبار سے قابل اعتماد اور موثوق علیہ نہ ہو۔ البتہ اگر کوئی ماہر حدیث امام فن اور استاد کامل ایسا کہے تو حدیث مبہم مقبول ہوگی۔

(۵) بدعت:

عدالت کے اسباب طعن میں سے پانچواں سبب بدعت ہے اور بدعت سے مراد کسی ایسے امر جدید ونَو پید کا اعتقاد کرنا ہے جو امر معلوم دینی کے خلاف ہو اور رسول ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے متوارث ومنقول کے مخالف ہو۔ اور یہ اختلاف ومخالفت کسی طرح کے شبہ یا تاویل کے طریقہ پر ہو ضد اور انکار کی وجہ سے نہ ہو، اس لیے کہ مخالفت امر دینی کی بطریق ضد وانکار کفر ہے۔

مبتدع:

صاحبِ بدعت کو بدعتی اور مبتدع کہتے ہیں۔ اور مبتدع کی حدیث جمہور محدثین

کے نزدیک مردود ہے، قابل قبول اور لائق عمل نہیں اور اس سے احتجاج واستدلال بھی درست نہیں۔

اقوال محدثین در رد قبول حدیث مبتدع:

بعض مشائخ حدیث کے نزدیک اگر بدعتی شخص زبان کی سچائی اور زبان کی سلامتی کے ساتھ متصف ہو تو اس کی حدیث قبول کی جائے گی۔

اور بعض مشائخ یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ بدعتی امر متواتر شرعی کا منکر ہے حالانکہ اس امر کا ضروریات دین سے ہونا معلوم ومعروف ہے تو وہ بدعتی مردود الحدیث ہے۔ اس کی حدیث رد کی جائے گی قبول نہ ہوگی۔

اور اگر وہ بدعتی اس صفت اور اس حال پر نہ ہو تو اس کی حدیث مقبول ہوگی۔ اگرچہ مخالفین کی طرف سے اس کی کتنی ہی تکفیر کی جائے لیکن اس کے ساتھ ضبط وحفاظت، ورع وخشیت، تقویٰ وطہارت اور احتیاط وصیانت پایا جانا چاہیے اور مختار وپسندیدہ یہ ہے کہ اگر وہ بدعتی اپنی بدعت کی طرف لوگوں کو بلاتا ہو اور اس بدعت کا مبلغ ومروّج اور داعی ہو تو اس کی حدیث رد کی جائے گی۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو اس کی حدیث قبول کی جائے گی، البتہ اگر وہ ایسی حدیث روایت کرے جس سے اس کی بدعت کی تائید وتقویت ہوتی ہو وہ بالکل مردود ونامقبول ہوگی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مشائخ حدیث مبتدعین اور اہل ہوا ارباب باطل سے حدیث لینے اور اس کی روایت کرنے میں مختلف مسالک کے پابند ہوئے ہیں۔

صاحب جامع الاصول نے کہا ہے کہ مشائخ حدیث کی ایک جماعت نے خارجیوں، قدریوں، شیعوں، رافضیوں اور دوسرے بدعتیوں اور ارباب ہوئی اور اصحاب غرض لوگوں سے حدیث لی ہے اور حدیث کا اخذ جائز سمجھا ہے اور ان کی روایات کو نقل کیا ہے۔

اور محدثین کی دوسری جماعت نے ان اہل بدعت فرقوں سے حدیث لینے میں احتیاط برتی اور نگہداشت رکھی ہے۔

اور مذکورہ ہر دو جماعتوں سے ہر ایک جماعت کی نیت وخیال اخذ حدیث اور روایت ونقل حدیث میں علیحدہ اور جداگانہ ہے اور نیک نیتی پر مبنی ہے۔

رائے حضرت مؤلف:

حضرت مؤلف فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان بدعتی فرقوں سے حدیث کا اخذ وتحمل (حدیث لینا، سننا، حاصل کرنا، روایت کرنا) تحری واستصواب (تحقیق وتجسس اور تصحیح واصلاح) کے بعد درست ہے۔ اور باوجود تحری واستصواب کے احتیاط اسی میں ہے کہ ان لوگوں سے حدیث اخذ نہ کی جائے۔ اس لیے کہ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ یہ تمام فرقے اپنے اپنے مذاہب اور عقائد وخیالات کاذبہ وباطلہ کی اشاعت کرنے والے اور ان کو رواج دینے کے لیے احادیث وضع کیا کرتے اور بنایا کرتے تھے۔ اور اس امر کا توبہ کرنے اور اس فعل سے رجوع کرنے کے بعد اقرار بھی کرلیا کرتے تھے۔ واللہ اعلم

فصل 6

وجوہ واسبابِ طعن متعلقہ ضبط

وہ وجوہِ طعن واسبابِ جرح جن کا تعلق ضبط کے ساتھ ہے وہ بھی پانچ ہیں: ایک فرط غفلت (غفلت کا زیادہ ہونا)، دوسرے کثرت غلط (غلطیوں کا زیادہ ہونا)، تیسرے مخالفتِ ثقات (موثوق بہ اور معتمد علیہ یعنی ثقہ راوی کی مخالفت کرنا)، چوتھے وہم (بھول چوک اور نسیان وسہو زیادہ ہونا) اور پانچویں سوء حفظ، یادداشت کی خرابی اور حافظے میں نقصان و کمزوری۔

فرطِ غفلت وکثرت غلط:

فرط غفلت اور کثرت غلط، یہ دونوں قریب قریب ہم معنی ہیں۔ اس لیے کہ غفلت حدیث کے سننے اور اس کے حاصل کرنے میں۔ اور غلط اس کے سنانے اور ادا وتبلیغ میں ہوتی ہے اور مآل دونوں کا ایک ہی ہے کیونکہ غلطیوں کا زیادہ ہونا غفلت کی زیادتی کی وجہ سے ہے۔ جب حدیث سننے میں غفلت ہوگی تو لامحالہ اس کے ادا کرنے اور دوسرے تک پہنچانے میں بھی غلطی واقع ہوگی۔

مخالفت ثقات:

مخالفت ثقات اسناد یا متن میں متعدد طریقوں پر ہوتی ہے جو کہ حدیث میں شذوذ کا موجب ہو جاتی ہے۔ اور مخالفت ثقات کو ضبط کے اسبابِ طعن میں اس وجہ سے شمار کیا گیا اور قرار دیا گیا ہے کہ مخالفت ثقات کا باعث اور سبب ضبط وحفظ کا نہ ہونا اور تغیر وتبدل سے محفوظ نہ ہونا ہوتا ہے۔

وہم ونسیان:

وہ طعن وجرح جو باعتبار وہم اور نسیان کے ہے کہ جن دونوں کے سبب سے راوی غلطی

کر گزرتا اور بنا بر توہم کے روایت کر دیتا ہے اگر اس وہم ونسیان پر ایسے قرائن سے اطلاع ہو جائے جو حدیث کے علل واسباب کے ان طریقوں پر دلالت کرتے ہیں جو کہ حدیث کی صحت میں قادح ہیں تو وہ حدیث معلَّل ہوگی۔

اور تعلیل حدیث یعنی حدیث کی علل واسباب قادحہ فی الصحت کا معلوم کرنا فنون حدیث میں بہت باریک اور گہرا علم ہے اور علم حدیث کا دشوار تریں باب ہے۔

حافظ علل حدیث:

علل حدیث پر وہی شخص اطلاع پا سکتا ہے جس کی فہمید اور یادداشت وسیع ہو اور ناقلین حدیث کے مراتب ومدارج اور حدیث کے اسانید ومتون کے حالات کی کامل معرفت اور پہچان رکھتا ہو۔

جیسے قدماءِ مشائخ حدیث جن کا سلسلہ دارقطنی المتوفٰی ۳۸۵ ہجری تک منتہی ہو چکا۔ یہ وہ بزرگ ہیں کہ ان کے بارے میں یہاں تک کہا گیا ہے کہ امام دارقطنی کے بعد علل حدیث کے علم میں ان کا کوئی نظیر پیدا نہیں ہوا۔ واللہ اعلم

سُوءِ حفظ:

سوءِ حفظ یعنی حافظہ اور یادداشت کی خرابی کے بارے میں مشائخ حدیث نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ راوی کی درستی اس کی غلطی پر اغلب نہ ہو۔ اور راوی کی یادداشت اور مہارت وحذاقت اس کی بھول چوک سے اکثر نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اگر راوی کی خطا، غلطی، نسیان اور بھول۔ اس راوی کی درستی اور حذاقت ومہارت کے برابر یا اس سے زیادہ ہو تب تو یہ صورت سوء حفظ میں داخل ہوگی اور وجوہ طعن میں شمار ہوگی اور اگر غلطی یا بھول کم ہو اور درستی یا یادداشت غالب اور کثیر ہو تو یہ صورت سوء حفظ میں داخل نہیں۔

غرضیکہ مختار اور معتمد علیہ اس بارے میں صواب ومہارت اور ان کی کثرت اور زیادتی ہے اور سوء حفظ اگر راوی کے لیے اس کی مدت عمر تمام اوقات زندگی اور تمام زمانۂ حیات میں لازم حال ہوگئی ہو تو اس کی حدیث معتبر نہ سمجھی جائے گی۔ بعض محدثین کے نزدیک یہ

صورت بھی شاذ کی اقسام میں داخل ہے۔

حدیث مختلط:

اگر سوء حفظ کسی عارض غیر لازم کی وجہ سے پیدا ہو جائے۔ مثلاً قوت حافظہ اور ملکہ یادداشت میں خلل پڑ جانا بوجہ کبیر السن اور بوڑھے ہونے کے، یا بسبب بینائی جاتے رہنے کے (یا کسی اور کمزوری اور بیماری کی وجہ سے) یا حدیث کی کتابوں اور املا کردہ ونقل شدہ نسخوں کے گم اور ضائع ہو جانے کے اور پھر ایسا راوی حدیث کو روایت کرے تو ایسی حدیث کو مختلط کہتے ہیں۔

حکم حدیث مختلط:

جو روایت خلط ملط اور گڑ بڑ ہونے اور خلل ونقصان کے وقوع سے پہلے کی ہو اس طرح پر کہ اس روایت سے جو اس حالت کے بعد کی ہے اس سے ممتاز ہو سکے تو وہ روایت قبول کی جائے گی اور اگر اس طرح متمیّز نہ ہو تو اس میں توقف کیا جائے گا۔

اور اگر وہ حدیث مشتبہ حالت میں رہے اور یہ شبہ رہے کہ یہ روایت حالت خلط وخلل سے پہلے کی ہے یا بعد کی تو اس میں بھی توقف کیا جائے گا۔

اور اگر ایسی قسم کے لیے متابعات وشواہد موجود ہوں تو یہ حدیث رد سے قبولیت کی طرف مبدل ہو جائے گی اور اس کو ترجیح دی جائے گی۔

اور مستور الحال شخص اور مدلِّس اور مرسل راویوں کی روایات واحادیث کا یہی حکم ہے۔

حدیث غریب، حدیث عزیز

حدیث صحیح اگر اس کا راوی ایک ہو اس کو غریب کہتے ہیں اور اگر اس کے راوی دو ہوں اس کو عزیز۔

حدیث مشہور و مستفیض:

اور اگر اکثر ہوں یعنی دو سے زیادہ ہوں تو اس کو مستفیض و مشہور کہتے ہیں۔

حدیث متواتر:

اور اگر اس کے راوی کثرتِ تعداد میں اس حد تک پہنچ جائیں کہ عادت اور طبیعت وعرف ان کے کذب پر اتفاق کرنے اور جمع ہونے کو ناممکن اور محال سمجھے اس کو حدیثِ متواتر کہتے ہیں۔

حدیث فرد:

حدیث غریب کو اصطلاح محدثین میں فرد بھی کہتے ہیں۔

مراد از وحدتِ راوی:

حدیث غریب و فرد میں راوی کے واحد ہونے کا مطلب راوی کا ایک ہونا ہے اگرچہ پوری سند میں کسی ایک جگہ ہو لیکن اس کو فرد نسبی کہیں گے۔

فرد نسبی و فرد مطلق:

اگر پورے سلسلہ سند میں ہر جگہ ایک ہی راوی ہو تو اس کو فردِ مطلق کہتے ہیں۔ ❶

❶ سند میں ہر جگہ (یعنی ہر طبقہ) میں راوی ایک ہونا ضروری نہیں بلکہ صحابی سے روایت کرنے والا تابعی ایک ہو یا بقول بعض صحابی اکیلا ہو تو اسے ''فرد مطلق'' کہتے ہیں۔ (سعیدی)

مراد از اثنینیت راوی:

اور حدیث عزیز میں راوی کے دو ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پورے سلسلہ اسناد میں ہر جگہ پر دو راوی ہوں۔ [1]

اگر سلسلۂ سند میں کسی جگہ پر ایک راوی ہو وہ حدیث عزیز نہ کہلائے گی بلکہ غریب ہو جائے گی۔

مراد از کثرتِ راوی:

اسی قیاس واعتبار پر حدیث مشہور و مستفیض میں کثرت کے معنی ہیں کہ سند کے سلسلہ میں ہر جگہ (یعنی ہر طبقہ میں) دو سے زیادہ راوی ہوں۔

اور یہی مراد ہے مشائخ حدیث کی اس اصطلاح سے کہ اس فن حدیث میں اقل حاکم ہوا کرتا ہے اکثر پر۔ اور اقل کو اکثر پر ترجیح ہوتی ہے۔

اور چونکہ اقل کا حاکم ہونا اکثر پر مشہور قاعدے (للأکثر حکم الکل) کے خلاف ہے، کیونکہ اکثر کو کلیت کا حکم ہوتا ہے اور اس کو اقل پر ترجیح دی جاتی ہے۔ اس لیے حضرت مؤلف نے تنبیہاً فرمایا کہ اس کو خوب غور سے سمجھ لو۔ اصول حدیث میں ایسا نہیں ہے۔

اور یہ جو ذکر کیا گیا ہے اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگی کہ حدیث کی غرابت حدیث کی صحت کے منافی نہیں، یعنی حدیث کا غریب ہونا اس کے صحیح ہونے کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ حدیث غریب، حدیث صحیح کی ایک قسم ہے۔ اور جائز ہے کہ حدیث صحیح ہو اور غریب ہو بایں طور کہ اس کے راویوں میں سے ہر ہر واحد ثقہ ہو۔ اور غریب کبھی شاذ کے معنی میں بھی آتا ہے۔ یعنی اس شذوذ کے معنی میں جو کہ طعن کے اقسام میں ہے۔

اور یہی مقصود ہوتا ہے مؤلفِ مصابیح کے اس قول کا جب وہ "ھذا حدیث غریب" کہیں اور اس کو بطریق طعن ذکر کریں۔ جس کا علم قرائن حالیہ یا مقالیہ سے ہو جاتا ہے۔

---

[1] حدیث "عزیز" کی سند کے ہر طبقہ میں دو راوی ہونا ضروری نہیں، بلکہ سند کے ساتھ کسی بھی طبقہ میں صرف دو راوی رہ جائیں تو وہ سند "عزیز" کہلائے گی۔ (سعیدی)

اور بعض محدثین شاذ کی تعبیر اس راوی کے ساتھ کرتے ہیں جو مفرد اور تنہا ہو بغیر اس اعتبار کے کہ وہ ثقات کے مخالف ہے جیسا کہ ماقبل میں شاذ کی تعریف میں گزر چکا ہے۔

صحیح شاذ و صحیح غیر شاذ:

اسی تعبیر کی بنا پر یہ لوگ حدیث کو صحیح شاذ اور صحیح غیر شاذ کہتے ہیں۔ لہٰذا شذوذ اس معنی میں حدیث کی صحت کے منافی نہ ہوا، جیسے کہ غرابت منافی صحت نہیں۔

اور وہ شذوذ جو کہ مقام طعن میں ذکر کیا جاتا ہے وہ شذوذ بمعنی مخالفت ثقات ہے اور حدیث کی صحت میں قادح اور اثر انداز ہوتا ہے۔

فصل 8

حدیث ضعیف

حدیث ضعیف وہ ہے جس میں وہ شرائط جو حدیث کے صحیح ہونے اور حسن ہونے میں معتبر ہیں سب کے سب یا بعض مفقود ہوں اور اس کے راوی کی شذوذ کی وجہ سے یا نکارت کی وجہ سے یا اور کسی علت اور سبب خفی کی وجہ سے مذمت کی گئی ہو۔

اقسام ضعیف:

اس تعریف کی بنا پر حدیث ضعیف کی متعدد اقسام نکلیں گی اور شرائط کے مفرداً یا مرکباً (یعنی تنہا یا مجموع کے) لحاظ واعتبار سے ضعیف کی اقسام کثیر ہو جائیں گی۔

اور حدیث صحیح لذاتہ اور حسن لذاتہ نیز حدیث صحیح لغیرہ اور حسن لغیرہ کے مراتب ومدارج بھی کثیر ہیں، بہ سبب اس تفاوت کے جو ان کے مراتب و درجات میں ان صفات کے کمال کی وجہ سے ہے جو ان کی تعریف میں ملحوظ اور ان کے مفہوم میں ماخوذ ومعتبر ہیں۔ باوجودیکہ صحیح لذاتہ ولغیرہ اصل صحت میں اور حسن لذاتہ ولغیرہ اصل حسن میں شریک ومشارک ہیں۔

مشائخ حدیث نے صحت کے درجات کو منضبط کیا ہے اور صحت کے مراتب کی تعیین کی ہے اور رجال سند ورواۃ سند میں ان کی مثالیں ذکر کی ہیں اور کہا ہے کہ عدالت اور ضبط کا نام اور حالت و وصف اسانید کے تمام رجال کو شامل ہے۔ لیکن بعض رجال سند، عدالت و ضبط میں بعض پر فوقیت رکھتے ہیں۔ اس بنا پر گو اصل عدالت وضبط میں سب کے سب شریک ہیں مگر کامل وناقص اور اعلیٰ ادنیٰ ہونے میں ایک کو دوسرے پر تفوق ومزیت اور ترجیح وفوقیت ضرور ہوتی ہے۔ اور کسی خاص سند پر علی العموم اصح الاسانید کا اطلاق کرنا اور یہ کہہ دینا کہ یہ سند تمام سندات واسانید میں سب سے زیادہ صحیح ہے۔ اس بارے میں مشائخ حدیث

میں اختلاف ہے۔

بعض مشائخ حدیث نے اس کی مثال بیان کی ہے اور مطلقاً کلی طور پر حکم لگایا ہے کہ حدیث میں زین العابدین عن حسین عن علی رضی اللہ عنہم کی سند اصح الاسانید ہے۔

اور بعض مشائخ نے کہا ہے کہ مالك عن نافع عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی سند اصح الاسناد ہے۔

اور بعض محدثین نے کہا ہے کہ اصح الاسناد زهری عن سالم عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی سند ہے۔

لیکن حق الامر یہ ہے کہ کسی مخصوص سند پر علی الاطلاق اصحیت کا حکم لگانا اور علی العموم کلی طور پر یہ کہہ دینا کہ یہ سند تمام اسانید میں اصح اور سب سندات سے زیادہ صحیح ہے درست نہیں۔

البتہ کسی خاص نسبت یا خاص امر کا لحاظ کر کے اصح الاسانید کہنا اور کسی قید یا شرط کے ساتھ مقید و مشروط کر کے اصح الاسانید کہنا درست ہے۔

مثلاً پہلی سند کو کہنا کہ سندات اہل بیت میں اصح الاسانید "زین العابدین عن ابیه عن جده" ہے۔ اور فقہائے محدثین اہل مکہ میں مالك عن نافع کی سند۔

اور مدینہ طیبہ کے فقہائے محدثین میں زهری عن سالم کی سند اصح الاسانید ہے۔

قاعدہ کلیہ دربارہ اصح الاسانید:

یہ اس لیے کہ حدیث کے صحت اسانید کے اعتبار سے بلند سے بلند مختلف مرتبے اور متفاوت درجے ہیں اور متعدد اقسام کی اسانید ان مراتب علیا میں داخل ہیں۔ کوئی ایک سند ان مراتب علیا کے ساتھ مخصوص نہیں کہ صرف ایک اسی سند پر اصح الاسانید کا انحصار ہو۔ ہاں البتہ اگر اصح الاسانید کو کسی قید کے ساتھ مقید اور کسی شرط کے ساتھ مشروط کر دیا جائے اور علی الاطلاق و علی العموم کسی سند کے بارے میں اصحیت کا قول نہ کہا جائے بلکہ یوں کہا جائے کہ فلاں شہر کے رواۃ کی اصح الاسانید یا فلاں باب اور فلاں مسئلہ میں اصح الاسانید فلاں سند ہے، یہ کہنا درست و صحیح اور مطابق واقع ہے۔ واللہ اعلم

فصل 9

توجیہات واقوال علماء برتعبیرات امام ترمذی رحمہ اللہ

امام ترمذی رحمہ اللہ کی عادت یہ ہے کہ وہ اپنی کتاب جامع ترمذی میں ایک حدیث ذکر کر کے پھراس کی تقسیم واقسام کو بیان اور ظاہر کرنے کے لیے مختلف تعبیریں ذکر کرتے ہیں۔
مثلاً کہتے ہیں: حدیث حسن صحیح، یاحدیث غریب حسن، یاحدیث حسن غریب صحیح۔ ان عنوانات وتعبیرات میں بوجہ ان کی تعریفوں کے مختلف ہونے کے، شبہ اوراشکال پیدا ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ حسن اور صحت کے جمع ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ حدیث حسن لذاتہ ہواور صحیح لغیرہ ہواوراسی طرح غرابت اور صحت کے جمع ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں۔ اس لیے کہ جیسا ہم نے سابقاً ذکر کیا ہے حدیث غریب صحیح ہو، یعنی اس کا ہرراوی ثقہ ہو۔
لیکن غرابت اور حسن کے جمع ہونے میں یعنی حدیث غریب کے حسن (لذاتہ یالغیرہ) کے ساتھ جمع ہونے میں یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے حدیث حسن کی تعریف میں تعدد طرق (رواۃ کی کثرت) کومعتبر مانا ہےاور غریب میں ضروری ہے کہ اس کا ہرراوی ہرموقع پرایک ہو۔ اور جب طرق متعدد اور ناقلین ورواۃ کثیر ہوں گےتو ہرموقع پرایک راوی نہ رہے گا۔ لہٰذا حدیث حسن، غریب نہ ہوسکے گی۔
اس شبہ کا جواب بعض مشائخ حدیث نے امام ترمذی رحمہ اللہ کی طرف سے یہ دیا ہے کہ تعدد طرق جو حدیث حسن کی تعریف میں معتبر ہے وہ علی الاطلاق مرادنہیں اور مقسم کے درجہ میں معتبرنہیں جوکہ عام اور سب کو شامل ہوتا ہے۔ بلکہ تعدد طرق کا اعتبار صرف حدیث حسن کی ایک قسم میں ہے اور حسن کی دوسری قسم میں نہیں۔ اس لیے جب حدیث میں حسن و غرابت کے اجتماع کا حکم لگایا جائے گا اور یہ کہیں گے کہ ھذا حدیث حسن غریب، تو اس حَسن سے مراد حَسن کی وہ قسم ہوگی جس میں تعدد طرق کا اعتبار نہیں۔ غرضیکہ اس

جواب کی بنا پر حدیث حَســـن کی دو قسمیں ہوئیں: ایک وہ جس میں تعدد طرق اور کثرت رُواۃ کا اعتبار ہے اور دوسری وہ جس میں تعدد طرق اور کثرت رواۃ کا اعتبار نہیں۔

اور حدیث غریب اس حدیث حَســن کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی جس میں تعدد طرق ملحوظ ہوتا ہے اور اس حَســن کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے جس حَســن میں تعدد طرق ملحوظ نہیں۔ اب دونوں کا مفہوم (غریب و حسن) کا صحیح ہوگا، اور دونوں اپنے اپنے مورد اور درجہ پر رہیں گی۔

بعض مشائخ حدیث نے غرابت اور حسن کے اجتماع کے شبہ کا جواب یہ دیا ہے کہ امام ترمذی رحمہ اللہ اس سے (یعنی "غـریب حسن" کہہ کر) حدیث کی روایت کے طریقوں کے اختلاف کی طرف اشارہ کرتے ہیں، بایں طور کہ ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث بعض اسناد کے اعتبار سے غریب اور بعض طریقوں سے حَسن ہے۔

اور بعض مشائخ حدیث نے اس شبہ کا یہ جواب دیا ہے کہ یہاں (غریب وحسن میں) واو چاہے مذکور ہو خواہ محذوف اور منوی مقدر، واو بمعنی اَو ہے۔ جس سے جمع مراد نہیں بلکہ تردید مراد ہے یعنی اس میں شک اور تردد ہے کہ یہ حدیث غریب ہے یا حسن ہے۔

کیونکہ یقینی طور پر ان دونوں میں سے کسی کا علم نہیں، اس لیے غـرابـت اور حَسن دونوں کو ذکر کر دیا۔ اگرچہ واقع اور حقیقت میں ان میں سے ایک ہی ہوگی یا غریب یا حسن (اس قول کی بنا پر حدیث حسن کی تعریف بحالہ وہی باقی رہتی ہے اور اس کی دو قسموں کی طرف تقسیم (باعتبار تعدد طرق وعدم تعدد طرق) لازم نہیں آتی)۔

بعض مشائخ حدیث نے کہا ہے کہ اس مقام پر امام ترمذی رحمہ اللہ کے نزدیک حسن کے اصطلاحی معنی مراد نہیں جس کی تعریف پہلے بیان ہو چکی ہے۔ بلکہ حَســن کے لغوی معنی مراد ہیں یعنی مَا يَمِيْلُ اِلَيْهِ الطَّبْعُ، یعنی حدیث حسن وہ ہے جس کی طرف طبیعت مائل ہو۔ (اور انسان کو اچھی معلوم ہو) لیکن شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ قول فن حدیث اور اصطلاح محدثین کے اعتبار سے بہت بعید ہے کیونکہ کلام اصطلاح خاص میں ہے۔ لغت یا مفردات لسان اور طبیعت کے مالوفات ومرغوبات میں نہیں۔

فصل 10

باب احکام (واعمال) میں حدیث صحیح سے استدلال کرنا اور صحیح حدیث کو کسی مدعا اور دعویٰ پر حجت بنانا تمام اہل اسلام کا اجماعی اور متفق علیہ اصول ہے۔ اور اسی طرح عام طور پر علمائے محدثین کے نزدیک حدیث حسن لذاتہ سے حجت واستدلال کرنا بھی درست ہے اور حدیث حسن لذاتہ اگرچہ صحیح سے مرتبہ میں کم ہے لیکن مقام استدلال واحتجاج میں صحیح کے ساتھ شریک وملحق ہے۔ یعنی جس طرح حدیث صحیح سے استدلال کیا جاتا ہے اور وہ استدلال معتبر ہے اسی طرح حدیث حسن لذاتہ سے استدلال بھی معتبر ہے۔ اور وہ حدیث ضعیف جو اپنے تعدد طرق کی وجہ سے حسن لغیرہ کے مرتبہ کو پہنچ گئی ہے، اس پر بھی سب کا اتفاق واجماع ہے کہ ایسی حدیث ضعیف سے استدلال جائز ہے۔

اور یہ اصول جو مشہور ہے کہ حدیث ضعیف فضائل اعمال میں معتبر ہے اور فضائل اعمال کے علاوہ اصول دین وعقائد اور ضروریات دین وغیرہ میں اس کا اعتبار نہیں، اس سے مراد اکیلی اور مفرد حدیث ضعیف ہے جو بغیر تعدد طرق کے ہو، مجموعہ چند احادیث ضعیفہ کا مراد نہیں۔ اس لیے کہ مجموع ہونے کی بنا پر وہ ضعیف حدیث، حدیث حسن کی اقسام میں داخل ہو جائے گی، ضعیف میں داخل وشامل نہ رہے گی۔ جیسا کہ مشائخ محدثین نے اس کی تصریح کی ہے۔

بعض مشائخ حدیث نے کہا ہے کہ حدیث ضعیف کا ضعف اگر سوء حفظ یا اختلاط یا تدلیس کی وجہ سے ہو اور صدق ودیانت بھی پایا جاتا ہو اس حدیث ضعیف کے ضعف کا تعدد طرق، کثرت رجال اور زیادتی رُواۃ وناقلین سے جبر نقصان ہو جاتا ہے اور وہ حدیث ضعیف کے درجہ سے نکل کر قوی کے حکم میں ہو جاتی ہے اور اگر اتہام کذب یا شذوذ یا ظاہری غلطیوں

کی وجہ سے حدیث ضعیف ہو وہ ضعف تعدد طرق اور کثرت رجال یعنی زیادتی رواۃ سے پورا نہ ہوگا بلکہ حدیث پر ضعیف ہی کا حکم لگایا جائے گا اور اس حدیث کو ضعیف ہی کہیں گے۔ لیکن فضائل اعمال میں ایسی ضعیف حدیث پر عمل کیا جا سکتا ہے، لہٰذا اسی قبیل پر مشائخ حدیث کے اس قول کو محمول کرنا بھی ضروری اور مناسب ہے جو انہوں نے کہا ہے کہ ضعیف کا ضعیف کے ساتھ لاحق وشامل ہونا ضعیف کے اندر قوت پیدا کرنے کا سبب نہیں ہے، کیونکہ اگر محدثین کے اس قول کے یہ معنے نہ لیے جائیں تو یہ قول اپنے ظاہر کے بنا پر صریح البطلان اور غلط ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس پر خوب غور کرو، کیونکہ ایک ضعیف حدیث ایسی ہے کہ اس میں ضعف سوء حفظ یا اختلاط یا تدلیس کی وجہ سے ہے اور اس قسم کے ضعف کی تلافی اور اس کے نقصان کا جبر تعدد طرق اور کثرت ناقلین سے ہوسکتا ہے اور اس قسم کی حدیث ضعیف دوسری ضعیف حدیثوں سے مل کر قوی ہوسکتی ہے مگر وہ حدیث ضعیف جس میں اتہام کذب یا شذوذ یا اور ظاہری اغلاط کی بنا پر ضعف ہو اس کو دوسری ضعیف حدیثوں سے، جو اگرچہ طرق متعددہ کے ساتھ مروی ہوں، قوت حاصل نہیں ہوسکتی۔ اور ظاہر ہے کہ محدثین کے اصول کلی ہیں۔ اس لیے ان کا یہ کلیہ کہ ضعیف کا ضعیف کے ساتھ ملنا ضعیف کے اندر قوت پیدا کرنے کا سبب نہیں، اسی صورت میں کلیہ رہ سکتا ہے جبکہ ضعیف سے وہ ضعیف مراد لیں جس میں اتہام راوی یا شذوذ یا اغلاط ظاہری کی وجہ سے ضعف ونقصان موجود ہو۔ اسی بنا پر حضرت مؤلف نے تنبیہ وتاکید فرمائی کہ اس کو غور وفکر سے سمجھنا چاہیے۔

فصل 11

رتبہ صحیح بخاری

صحیح حدیث کے درجات و مراتب میں فرق ہے اور صحت کے اعتبار سے ایک صحیح حدیث دوسری صحیح حدیث پر مزیت اور فوقیت رکھتی ہے جیسا کہ سابقاً معلوم کر چکے ہیں کہ صحاح احادیث میں بعض احادیث بعض کے بہ نسبت زیادہ صحیح ہیں تو اب معلوم کیجئے کہ عام مشائخ حدیث کے نزدیک یہ امر طے قرار پا چکا اور مسلّم ہو چکا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی الجامع الصحیح باقی تمام مدون شدہ کتب حدیث پر مقدم اور سب سے اول درجہ پر ہے۔ یہاں تک کہ اس بارے میں یہ مقولہ زبان زد خواص و عوام ہوگیا ہے کہ: "اَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ كِتَابِ اللّٰهِ الْبَارِی اَلْجَامِعُ الصَّحِيْحُ لِلْبُخَارِیّ" یعنی قرآن شریف کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب صحیح بخاری ہے۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم کے درمیان فرق:

اگرچہ بعض مشائخ مغرب (یعنی مغربی ممالک کے بعض محدثین) نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے اور مسلم شریف کو بخاری شریف سے زیادہ صحیح مانا ہے۔ لیکن عام مشائخ حدیث کی طرف سے شیوخ مغرب اور مغربی محدثین کو صحیح مسلم کے صحیح بخاری پر ترجیح کے جواب میں یہ کہا جاتا ہے کہ صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر اصل صحت و قوت میں ترجیح نہیں ہے بلکہ صرف ان امور میں ترجیح ہے جو کہ عبارتِ کتاب، تعبیر کی خوبی اور کتاب کے جمع و تالیف میں صحت، درستی اور ترتیب میں خوش اسلوبی اور سلسلۂ رواۃ و اسانید میں پاکیزہ خوبیوں اور دیگر اسرار و رموز کی باریکیوں کی نگہداشت کے لحاظ سے اس میں پائی جاتی ہیں۔ اور ان امور مذکورہ کی وجہ سے صحیح مسلم کی ترجیح صحیح بخاری پر بحث و بیان سے خارج ہے۔ کیونکہ ان زائد از اصل امور میں گفتگو اور کلام نہیں۔ گفتگو صرف صحت و قوت اور ان کے متعلقہ امور میں ہے

اور اس بات میں کوئی کتاب صحیح بخاری کے درجہ کے اور اس کے برابر کی نہیں، چہ جائیکہ اس سے افضل واعلیٰ ہو، اس وجہ سے کہ جو شرائط حدیث کی صحت کے بارے میں ملحوظ ومعتبر ہونے چاہئیں وہ بخاری کے رواۃ میں پورے اور کامل طور پر موجود ہیں۔

توقف بعض مشائخ وصحت امر اول:

بعض مشائخ محدثین نے ان دونوں کتابوں میں سے ایک کو دوسری پر ترجیح دینے میں توقف کیا اور سکوت سے کام لیا ہے۔ لیکن صحیح وہی امر اول ہے کہ صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر بوجہ صحت وقوت ترجیح ہے۔

حدیث متفَق علیه:

وہ حدیث جس کے بیان کرنے پر امام بخاری وامام مسلم ﷫ دونوں متفق ہو گئے ہوں اور وہ حدیث دونوں کی کتاب میں پائی جاتی ہے ''حدیث متفَق علیه'' کہلاتی ہے۔

شرط حدیث متفَق علیه:

شیخ ابن حجر ﷫ (صاحب نخبۃ الفکر) نے فرمایا ہے کہ حدیث متفق علیہ کی شرط یہ ہے کہ ایک ہی صحابی سے منقول ومروی ہو۔ اگر ایسا ہے تب تو متفق علیہ ہے اور اگر ایک صحابی سے مروی نہیں ہے بلکہ متعدد اور مختلف صحابہ سے منقول ہے تو گو ان کا مضمون ومفہوم بلکہ الفاظ بھی متحد ہوں مگر اس کو اصطلاحِ حدیث میں حدیث متفق علیہ نہیں کہیں گے۔

تعداد احادیث متفق علیہ:

مشائخ حدیث نے کہا ہے کہ بخاری ومسلم کی متفق علیہ احادیث کا مجموعہ تقریباً دو ہزار تین سو چھبیس (۲۳۲۶) ہے۔

مبحث ترجیح وتقدیم احادیث:

حاصل کلام یہ ہے کہ ارکان واحکام دینی کی تشریح وتوضیح اور اعمال شرعی کی تعیین وتفصیل کے بارے میں جب قرآن شریف کے بعد صحیح احادیث کی طرف رجوع کریں گے تو جس حدیث پر شیخین یعنی بخاری ومسلم کا اتفاق واجتماع ہو گیا ہو یعنی اس حدیث کو ان دونوں نے

روایت اور تخریج کیا ہو اور دونوں کتابوں میں وہ حدیث پائی جاتی ہو، وہ حدیث اول اور مقدم ہوگی غیر متفق علیہ حدیث پر بھی اور جملہ اقسام حدیث پر بھی۔ یعنی اس حدیث پر بھی جو صرف بخاری میں یا صرف مسلم میں پائی جاتی ہو یا ان کی شرط کے مطابق ہو یا اور کتب صحاح میں ہو۔

اور اگر ایسی کوئی حدیث نہ ملے تو پھر وہ حدیث اول اور مقدم ہوگی جس کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہو اور اپنی کتاب میں ذکر کیا ہو۔

اور اگر یہ بھی نہ ملے تو اس کے بعد وہ حدیث جس کو صرف امام مسلم نے روایت اور تخریج کیا ہو۔

پھر وہ حدیث جو بخاری و مسلم دونوں کی شرط کے مطابق ہو۔ یعنی اس حدیث کو بخاری و مسلم دونوں میں سے کسی نے بیان تو نہیں کیا مگر جن شرطوں اور پابندیوں کے ساتھ بخاری و مسلم احادیث کو اپنی کتابوں میں لائے ہیں یہ حدیث ان ہی شرطوں کے مطابق ہے۔

پھر وہ حدیث جو صرف بخاری کی شرط کے مطابق ہو۔

پھر وہ حدیث جو صرف مسلم کی شرط کے مطابق ہو۔

اور ان چھ صورتوں کے بعد پھر وہ حدیث اول اور مقدم رکھی جائے گی جس کو بخاری و مسلم کے علاوہ اور دوسرے ایسے مشائخ محدثین وائمہ حدیث نے نقل کیا ہو جنہوں نے اپنی کتب میں صحیح حدیث بیان کرنے کی پابندی اور التزام کیا ہے اور اس حدیث کی صحت بھی بیان کی ہے۔

غرضیکہ مسائل واحکام کے استنباط واستخراج اور استدلال واحتجاج کے لیے ایک حدیث کو دوسری حدیث پر تقدیم وترجیح کے بارے میں یہ سات قسمیں ہیں۔

مطلب شرط بخاری و مسلم:

بخاری و مسلم کی شرط کا مطلب یہ ہے کہ حدیث کے راوی ان اوصاف کے ساتھ موصوف ہوں جن کے ساتھ بخاری و مسلم کے راوی موصوف ہیں، یعنی صفت ضبط، عدالت،

عدم شذوذ، عدم نکارت، عدم غفلت وغیرہ وغیرہ صفات کے ساتھ یہ راوی بھی متصف ہوں۔ اگر چہ بعینہ اور بذاتہ وہی راوی نہ ہوں جو بخاری اور مسلم کی احادیث کے راوی ہیں۔ بعض مشائخ حدیث نے کہا ہے کہ بخاری ومسلم کی شرط کا مطلب یہ ہے کہ جو راوی بخاری ومسلم کے ہیں بعینہ وہی اپنی ذات وصفات واحوال کے ساتھ ہوں تب تو بخاری ومسلم کی شرط کے مطابق ہوگا ورنہ نہیں۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں گفتگو تفصیل طلب ہے اور اس کو ہم نے مقدمہ شرح سفر السعادت فارسی میں بالتفصیل لکھا ہے۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم و صحتِ احادیث صحیحین

صحیح حدیثیں صرف بخاری و مسلم ہی میں منحصر و محدود نہیں اور نہ امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے تمام کی تمام صحیح حدیثوں کو جمع کر کے اپنی کتابوں میں سب صحاح احادیث کا حصر و احاطہ کیا ہے۔ بلکہ یہ دونوں کتابیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم صحیح حدیثوں میں محصور ہیں، ایسا نہیں ہے کہ جو بھی صحیح حدیث ہو وہ ان دونوں کتابوں میں موجود ہو۔ مطلب یہ ہے کہ ان کتابوں میں جو حدیثیں بھی ہیں وہ سب کی سب صحیح ہیں اور بخاری و مسلم کے نزدیک جو اور دوسری حدیثیں صحیح ہیں علاوہ ان کی ان دو کتابوں کے۔ نیز جو صحیح حدیثیں ان دونوں کی شرط کے مطابق ہیں ان صحیح حدیثوں کو بھی یہ دونوں محدث اپنی ان دونوں کتابوں میں نہیں لائے چہ جائیکہ وہ صحیح حدیثیں جو ان دونوں کے علاوہ دوسرے مشائخ حدیث اور ائمہ محدثین نے روایت کی ہیں۔

قول امام بخاری رحمہ اللہ:

امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ میں اپنی اس کتاب میں صرف وہ حدیثیں لایا ہوں جو صحیح ہیں اور بہت سی صحیح حدیثوں کو میں نے چھوڑ دیا ہے اور ان صحاح کو باوجود ان کی صحت کے میں اس کتاب میں نہیں لایا۔

قول امام مسلم رحمہ اللہ:

امام مسلم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جو حدیثیں میں اس کتاب میں لایا ہوں سب کی سب صحیح ہیں اور میں یہ نہیں کہتا کہ جو حدیثیں میں نے چھوڑ دی ہیں وہ سب ضعیف ہیں۔

وجہ اِتیان و ترک احادیث صحیحہ:

حضرت شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں کتابوں میں صحیح حدیثیں لانے اور صحیح

حدیثیں ترک کر دینے میں کوئی خاص سبب اس لانے اور ترک کر دینے کا ضرور ہے اور وہ سبب یا تو صحت کی زیادتی وقوت کا اعتبار ہے یا اور دوسری اغراض جن کو ان دونوں جامعین صحاح نے ملحوظ رکھا ہو۔

صحیح ومستدرک حاکم:

علاوہ ازیں حاکم حدیث ابوعبداللہ نیشاپوری رحمہ اللہ نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام مستدرك رکھا ہے۔ اور یہ استدراک بایں معنی ہے کہ اس میں وہ تمام حدیثیں لائے ہیں جن کو بخاری ومسلم اپنی کتابوں میں نہیں لائے۔ گویا حاکم رحمہ اللہ نے یہ کتاب مرتب کر کے بخاری ومسلم کی ترک کی ہوئی حدیثوں کو جو کہ صحیح ہیں ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ اور حاکم رحمہ اللہ نے بعض صحیح حدیثیں بخاری ومسلم کی شرط پر اور بعض ان دونوں میں سے ایک کی شرط پر اور بعض حدیثیں ان دونوں کے علاوہ اور شروط صحت کو ملحوظ رکھ کر اپنی اس کتاب مستدرك میں شامل کی ہیں۔ حاکم نے یہ بھی کہا ہے کہ بخاری ومسلم نے یہ حکم نہیں لگایا اور یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ان دونوں کتابوں میں لائی ہوئی حدیثوں کے علاوہ اور حدیثیں صحیح ہی نہیں۔

اعتراض ملحدین وجواب محدثین:

اور یہ بھی کہا ہے کہ ہمارے اس زمانہ میں اہل بدعت کی ایک جماعت پیدا ہوئی ہے جو مشائخ حدیث جیسے ائمہ دین وحاملین شریعت وناقلین روایات پر زبان طعن وتشنیع دراز کرتی ہے۔ یہ گروہ کہتا ہے کہ تمہاری صحیح حدیثوں کا مجموعہ اندازاً صرف دس ہزار حدیثوں تک پہنچتا ہے حالانکہ امام بخاری رحمہ اللہ سے منقول ہے، وہ فرماتے تھے کہ ''مجھے ایک لاکھ صحیح حدیثیں یاد ہیں اور دو لاکھ غیر صحیح۔'' یہ صحیح حدیثیں صحت کے اعتبار سے کس درجہ کی ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے اس کلام سے ظاہر طور پر (والعلم عند الله) یہی معلوم ہوتا ہے کہ صحیح سے مراد وہی ہے جو ان کے نزدیک صحت کے درجہ کو پہنچی ہو اور ان کے مقرر کردہ شرائط صحت کے معیار کے مطابق ہو۔

تعداد احادیث بخاری:

مجموعہ ان احادیث کا جو بخاری رحمہ اللہ اپنی کتاب میں لائے ہیں مع مکررات سات ہزار

دوسو پچھتر (۵۲۷۵) حدیثیں ہے اور بعد حذف مکررات چار ہزار (۴۰۰۰) احادیث۔

کتب صحاح-صحیح ابن خزیمہ:

شیخین یعنی امام بخاری ومسلم ﷮ کے علاوہ دوسرے مشائخ حدیث اور ائمہ محدثین نے بھی صحیح حدیثیں کتابوں میں جمع کی ہیں اور احادیث صحاح کے مجموعے مرتب ومدون کیے ہیں، جیسے صحیح ابن خزیمہ (ابن خزیمہ ﷫ کی جمع کردہ صحیح احادیث کا مجموعہ) اور یہ ابن خزیمہؒ وہ بزرگ ہیں جن کو مشائخ حدیث امام الائمہ اور مقتدائے اکابر واعاظم مانتے ہیں۔ ابن خزیمہ استاد وشیخ ہیں ابن حبان ﷫ کے۔ ابن حبان نے ان کی تعریف میں کہا ہے کہ میں نے روئے زمین پر کسی کوفن حدیث میں ان سے بہتر نہیں پایا اور صحیح روایات اور صحیح الفاظ کا ان سے بڑھ کر حافظ نہیں دیکھا۔ گویا تمام صحیح سنن واحادیث ان کا نصب العین اور مقصد اصلی ہے۔

صحیح ابن حبان:

ابن حبان ﷫ جو کہ ابن خزیمہ ﷫ کے شاگرد ہیں اور نہایت معتبر مستند الیہ، ماہر فن اور صاحب فراست امام ہیں۔ حاکم نے کہا ہے کہ ابن حبان علم، لغت، حدیث اور وعظ کے خزانے ہیں اور بڑی عقل ودانش والے لوگوں میں سے ہیں۔

مستدرك حاکم:

اور صحیح حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری ﷫ جو کہ حافظ حدیث معتمد علیہ ہیں۔ ان کی صحیح کا نام مستدرك ہے۔ جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ لیکن حاکم ﷫ نے اپنی اس کتاب میں تسامح اور چشم پوشی سے کام لیا ہے اور بہت سہولت کو راہ دی ہے۔ اسی بنا پر مشائخ حدیث نے ان پر گرفت کی ہے اور کہا ہے کہ ابن خزیمہ ﷫ اور ابن حبان ﷫ زیادہ متمکن قوی اور زیادہ بہتر ہیں حاکم ﷫ سے۔ اور احادیث کے اسانید ومتون کے بارے میں بہت باریک بین ہیں اور بہت مہارت وحذاقت رکھتے ہیں۔

مختارۂ حافظ مقدسی:

اور مختارہ حافظ ضیاء الدین مقدسی، حافظ مقدسی رحمہ اللہ نے بھی اپنی اسی کتاب میں ان صحاح احادیث کو روایت وتخریج کیا ہے جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نہیں ہیں۔

اور مشائخ حدیث نے کہا ہے کہ حافظ مقدسی رحمہ اللہ کی یہ کتاب مستدرک حاکم سے صحت احادیث کے اعتبار سے زیادہ بہتر ہے۔

دیگر صحاح:

اور صحیح ابن عوانہ، اور صحیح ابن سکن اور منتقیٰ لابن جارود رحمہم اللہ وغیرہ وغیرہ۔ یہ تمام کتابیں صحیح حدیثوں کے ساتھ مختص ہیں۔

آراء محدثین بر کتب صحاح:

لیکن محدثین کی ایک جماعت نے ان سب کتب پر تنقید کی اور ان کی جانچ پڑتال کی ہے جس میں بعض نے تعصب اور جانب داری کو راہ دی ہے اور بعض نے میانہ روی اور عدل وانصاف کے ساتھ تحقیق کی ہے اور ہر ذی علم سے اللہ علیم ہی زیادہ علم رکھنے والا ہے۔

فصل 13
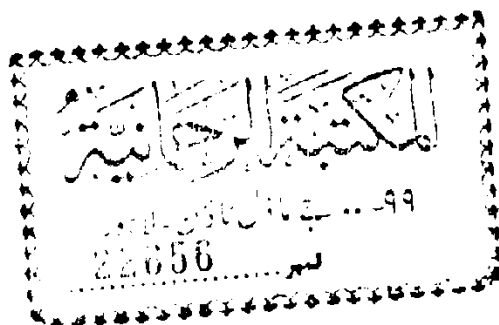
صحاح ستہ

علم حدیث کی وہ چھ کتابیں جو دنیائے علم میں شہرت یافتہ اور اسلام میں مقرر و مقبول اور شریعت محمدیہ صلی اللہ علی صاحبھا وسلم میں مستند و معتمد علیہ ہیں، حسب ذیل ہیں۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ۔

بعض مشائخ حدیث کے نزدیک ابن ماجہ کے بجائے موطأ امام مالک رحمہ اللہ صحاح ستہ میں داخل ہے۔ چنانچہ صاحب جامع الاصول نے مؤطا ہی کو صحاح ستہ میں شمار کیا ہے۔

اور اول کی ان چار کتابوں میں احادیث کی اقسام ثلاثہ صحیح، حسن، ضعیف میں سے ہر قسم کی حدیث پائی جاتی ہے۔ اس بنا پر ان کتب کا نام صحاح ستہ رکھا جانا صحت و درستی کے غلبہ اور کثرت کی وجہ سے ہے، یعنی تغلیبی طریقہ پر ان چھیوں کتابوں کو صحاح کہا جاتا ہے۔ ورنہ حقیقت میں بالکل صحیح تو صرف بخاری اور مسلم ہی ہیں۔

رائے صاحب مصابیح:

صاحب مصابیح امام بغوی رحمہ اللہ نے جن کی کتاب مصابیح کا یہ مشکوٰۃ شریف تکملہ وتذییل ہے۔ غیر شیخین رحمہ اللہ کی احادیث کو حسان سے تعبیر کیا ہے اور ان کی یہ تعبیر اسی تغلیبی وجہ سے قریب اور معنی لغوی کے مناسب ہے، یا یہ کہا جائے کہ صاحب مصابیح کی یہ ایک اصطلاح جدید ہے۔

سنن دارمی رحمہ اللہ:

بعض مشائخ حدیث نے کہا ہے کہ امام دارمی رحمہ اللہ کی کتاب سنن دارمی صحاح کی چھٹی کتاب شمار ہونے کا زیادہ حق رکھتی ہے۔ اس لیے کہ دارمی رحمہ اللہ کے رواۃ و اسناد میں ضعف بہت کم ہے اور منکر و شاذ حدیثیں اس میں قلیل مثل معدوم کے ہیں۔ اور دارمی کی سندات بھی

عالی ہیں اور ان کی ثلاثیات بھی امام بخاری رحمہ اللہ کی ثلاثیات سے زیادہ ہیں۔

الحاصل یہ تمام مذکورہ کتابیں صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابوداؤد، سنن ابن ماجہ، موطأ امام مالک، سنن دارمی حدیث کی بہت مشہور کتابیں ہیں اور صحیح ہیں۔ اور ان کے علاوہ اور کتب بھی علم روایت وفن حدیث میں بکثرت ہیں اور ان میں سے بعض مشہور ومعروف ہیں۔

جمع الجوامع علامہ سیوطی رحمہ اللہ:

علامہ سیوطی رحمہ اللہ اپنی کتاب جمع الجوامع میں حدیث کی بہت سی کتابوں سے جن کی تعداد پچاس سے بھی متجاوز ہے، صحیح، حسن، ضعیف سب طرح کی حدیثیں لائے ہیں اور کہا ہے کہ میں اس کتاب میں ایسی کوئی حدیث نہیں لایا جس کو وضع یا اختلاق کے ساتھ نام رکھا گیا ہو اور جس پر موضوع ہونے یا کاذب ہونے کا گمان غالب ہو اور محدثین نے اس کے ترک کرنے پر اور قبول نہ کرنے پر اتفاق کیا ہو۔ واللہ اعلم

ذکر ائمہ:

صاحب مشکوٰۃ امام ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی رحمہ اللہ نے مشکوٰۃ شریف کے خطبہ میں ثقات ومعتمد علیہ محدثین اکابر کی ایک جماعت کا ذکر کیا ہے، جن میں امام بخاری، امام مسلم، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ، امام دارمی، امام دارقطنی، امام بیہقی اور امام رزین رحمہم اللہ ہیں۔ ان تیرہ حضرات کے ناموں کی تصریح کی ہے اور ان ائمہ کے علاوہ اور بزرگوں کے نام نہیں ذکر کیے۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان سب کے حالات وسوانح ایک مستقل کتاب میں لکھے ہیں جس کا نام ”الإکمال بذکر اسماء الرجال“ ہے اور مؤلف مشکوٰۃ نے بھی اسمائے رجال مشکوٰۃ پر کتاب لکھی ہے۔ مگر اس کا نام ”الإکمال فی ذکر اسماء الرجال“ ہے۔

خاتمۂ کتاب:

اور اللہ پاک کی جانب سے ہی خوبی اور بھلائی کا کام کرنے پر امداد و معاونت ہوتی ہے اور اسی سے ہی مدد چاہی جاتی ہے۔ ہر شے کے آغاز و انجام خصوصا اس مقدمہ کی تالیف اور اس کے اردو ترجمہ و شرح پر۔

دعائے مترجم:

خداوندا! جس طرح تو نے محض اپنی رحمت کاملہ اور لطف بلیغ سے حضرت شیخ صاحب محدث رحمہ اللہ مؤلف مقدمہ علم الحدیث کو زمرۂ محدثین میں شامل فرما کر اپنے نبی ﷺ کے محبین و محبوبین میں محشور فرمایا ہے، اپنے اس عاجز اور گنہگار بندے محمد علی بن خورشید حسن مترجم مقدمہ ہذا کو بھی اور اس کے ماں، باپ، بہن، بھائی، اولاد، اساتذہ و مشائخ اور احباب و مخلصین و متوسلین و تلامذہ کو بھی اور جملہ مسلمین و مسلمات کو بھی، اسی طرح اپنے نبی ﷺ کے محبین و محبوبین کے زمرہ میں شامل فرما، ان ہی میں زندہ رکھنا اور ان ہی کے ساتھ محشور فرمانا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَصَفْوَةِ بَرِيَّتِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ،

رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ،

رَبِّ اَوْزِعْنِيْ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ.

اور اس رسالہ کے مراجع و مصحح ناچیز ابو عمار عمر فاروق السعیدی کی بھی دعا ہے جو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

اللهم إني أسألك إيمانًا لا يبيد ونعيما لا ينفد وقرة عينٍ لا تنقطع ومرافقة النبي ﷺ في أعلى جنّة الخلد.
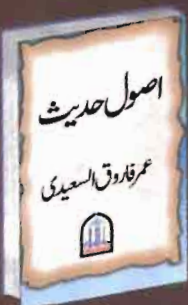
دَارُالابلاغ

کتاب وسنت کی اشاعت کا مثالی ادارہ